ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بانی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۵ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ

۹ مارچ ۱۹۸۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲/ روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح ——— محمد سعید الرحمٰن علوی

تین نصیحتیں

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیه والٖه واصحابٖه وسلم اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ مَا کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (رواہ احمد، ترمذی، دارمی)

یہ روایت تین ائمہ حدیث نے نقل کی۔ اس کے راوی وہ مشہور صحابی رسول ہیں جو قبیلہ بنو غفار کے اہم ترین فرد تھے اور جنہوں نے مکہ معظمہ میں ان دنوں پہنچ کر نورِ اسلام سے اپنے قلب و نظر کو منور کیا جب ایسی جرأت و جسارت بے پناہ مصائب کو دعوت دینے کے مترادف تھی ——— انہوں نے اسلام قبول کر کے سرعام اس کا اعلان و اظہار کیا کفر و بت پرستی کی رسیا مخلوق نے انہیں بری طرح پیٹا، لیکن وہ بددل نہ ہوئے اور کمال درجہ استقامت کے ساتھ ہر تکلیف برداشت کی۔ صحابہ کرام کی جماعت مقدسہ میں اس حوالہ سے بھی آپ کا شہرہ ہے کہ آپ دولت کی مساوی تقسیم کے اس عظیم قرآنی نظریہ کے علمبردار تھے جس کا بھرپور اظہار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی معاشی پالیسی کے اعلان سے ہوتا ہے ——— رہ گیا معاملہ حضرت عثمان اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے باہمی اختلافات کا، جنہیں ہمارے ارباب تاریخ نمک مرچ لگا کر اس طرح پیش کرتے ہیں جس سے حضرت عثمان رضؓ کی ذات اقدس پر سرمایہ پرستی کا الزام آتا ہے، تو یہ بات اس قدر جھوٹ اور بددیانتی پر مبنی ہے کہ الامان ——— بے شبہ حضرت عثمان رضؓ بڑے صاحب ثروت تھے لیکن ان کا جملہ سرمایہ اہل اسلام کی خدمت کے لئے وقف تھا اور اپنا حال یہ تھا کہ دمِ خلافت ان کے پاس محض ایک اونٹنی اور دو جوڑے کپڑے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضؓ کے مزاج کی ساخت اس قسم کی تھی کہ زندگی کی ہماہمی سے گریز فرماتے ——— غالباً یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم، قائدنا الاعظم الاکرم محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ نے انہیں فرمایا تھا کہ "تم کمزور آدمی ہو، حکومت و امارت کے حوالہ سے کسی ذمہ داری کو اپنے سر نہ لینا ——— اس روایت میں وہ فرماتے ہیں:-

"مجھ سے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تم جہاں اور جس حال میں ہو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو۔ ہر برائی سے پیچھے نیکی کرو، وہ اس برائی کو مٹا دے گی اور اللہ تعالےٰ کے بندوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔"

گویا تین باتوں کی نصیحت فرمائی ہر حال میں اللہ تعالےٰ سے ڈرنا اور تقوےٰ کی زندگی اختیار کرنا۔ تقویٰ نام ہے اللہ تعالےٰ کے خوف اور اس کے محاسبہ کی فکر کا، جب کسی بندے کو یہ باطنی دولت نصیب ہو جاتی ہے تو پھر اس کی ظاہری زندگی اس کی اس طرح غماز ہوتی ہے کہ اس کے ہر عمل سے اس کا اظہار ہوتا ہے، نہ صرف جلوت

(باقی ۲۱ پر)

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور



جلد ۲۹ • شمارہ ۳۶
۵ رجمادی الثانی • ۹ مارچ
۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
-/۸۰	-/۴۵	-/۲۵

فی پرچہ -/۲ روپے

طابع: منہاج الدین اصلاحی • مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر: مولانا عبید اللہ انور
مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا

سورۃ مریم (صلوٰۃ اللہ تعالےٰ علیہا وسلامہ) میں متعدد انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا روح پرور اور جانفزا ذکر کرنے کے بعد اللہ تبارک و تعالےٰ نے فرمایا:-

"لیکن پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز (کی حقیقت) کھو دی اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے، سو قریب ہے کہ ان کی سرکشی ان کے آگے آئے۔"

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول:-

"ان تمام نبیوں نے خدا پرستی اور نیک عملی کی دعوت دی تھی۔ وہ ان میں سے تھے جن پر خدا کا انعام ہوا اور کامیابیوں کے لئے چن لئے گئے۔ لیکن ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے حقیقت ضائع کر دی اور اپنی خواہشوں کے پرستار ہو گئے۔ اب ان کے نام لیواؤں کے جتنے گروہ ہیں، سب کا یہی حال ہے اور سب کو اپنی بدعملیوں کا نتیجہ بھگتنا ہے۔"

حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کے ناخلف جانشینوں کی دو باتوں کا رب العزت نے ذکر کیا ——— نماز ضائع کرنا اور خواہشات کی پرستش ——— بقول مولانا آزاد:-

اس سے معلوم ہوا کہ نماز یعنی عبادت جوہرِ ایمان ہے، اس کی حقیقت گئی تو سب کچھ چلا گیا ——— دعا اور عبادت ایمان باللہ کی اصلی علامت ہوئی اور اسی لئے تمام مذاہب نے اسی عمل پر مذہبی زندگی کی ساری عمارتیں اٹھائیں۔ جونہی یہ عمل بگڑا، مذہبی زندگی کی ساری بنیادیں

ھل گئیں ۔"

اور جب یہ بنیادیں ہلتی ہیں تو پھر سرکشی کے نتائج سامنے آتے ہیں ——— غیؔ ——— گمراہی و بدراہی کا دوسرا نام ہے ——— گویا وہ گمراہی و بدراہی کا شکار ہو جاتے ہیں یا بقول امام راغب رح کچھ مدت بعد وہ عذاب پاتے ہیں ، جو نتیجہ ہے گمراہی کا ———

قرآنی صداقتیں اٹل اور لازوال ہیں وقت کا کوئی جھونکا اِدھر سے اُدھر نہیں کر سکتا ، کوئی شخص کسی بڑی شخصیت سے اپنے نسبی تعلق کی بنیاد پہ غرّائے تو یہ اس کی کم نگہی اور حماقت ہے ۔ ایسے شخص کو پسر نوح علیہ السلام کا انجام قرآن کے اوراق میں پڑھنا چاہیئے جس کی کجروی نے اس کا بیڑہ غرق کر دیا ۔

اور ایسے لوگوں کو امرأۃ لوط علیہ السلام کا واقعہ قرآن میں دیکھنا لازم ہے جسے دخول نارِ جہنم کا حکم دیا گیا ——— ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے والد اور محمد کریم علیہ السلام کے چچا ابو طالب کا انجام بھی قرآن سے معلوم ہوتا ہے اور خود سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عظیم الشان جملہ اس صداقت کا گواہ ہے کہ انہوں نے دربارِ رسالت میں عرض کیا ۔

" آپؐ کا گم راہ چچا موت کی آغوش میں بغیر ایمان چلا گیا ۔"

جس قرآن نے یہ لازوال حقیقت ہم پر وا کی تھی اس کا نام لے کر اور بظاہر اسے گلے لگا کر جو ہم کر رہے ہیں وہ اتنا افسوسناک ہے کہ الامان ——— آج ہمارے معاشرہ میں علم و روحانیت کے منور و روشن ماحول سے لے کر سیاست و حکومت کے خارزار تک ہر جگہ "زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن" والی کیفیت دکھائی دیتی ہے ۔ ہمارا نقطہ نگاہ یہ ہو چکا ہے کہ بڑوں کے گھر پیدا ہونے والا بڑا ہی ہوتا ہے اس لئے ساد القبيلة فاسقهم وكان زعيمُ القوم ارذلهم کی حقیقت جس کا نبی کریم علیہ السلام نے ذکر فرمایا تھا ، سامنے آگئی ہے ——— اس بدراہی ، گمراہی اور غوایت و ضلالت کا لازمی نتیجہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جو باہمی انتشار ، فرقہ واریت ، ظلم ، مہنگائی اور نہ معلوم کتنی ہی شکلوں میں ہمارے سر پر مسلّط ہے ۔

اے کاش ! ہم اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے صنم توڑ کر "بت شکن" کا تاریخی کردار ادا کریں ——— کہ اسی میں عافیت ہے اور اسی میں خیر کا سامان !

فھل من مدّکر ؟

علمعی ۶ رمارچ ۸۴ء

اعتبار نہیں

- لالچی کی دوستی کا ———
- عورت کی محبت کا ———
- بدعملی میں اچھی بات کا ———
- دوست کے دشمن کا ———
- خوشامدی کی تعریف کا ———
- چند روزہ زندگی کا ———
- غصہ میں زبان کا ———
- دشمن کے دوست کا ———

(حدیث و آثار)

جھوٹ !
معاشرہ کی
سب سے بڑی
برائی ہے

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

زمانہ گواہ ہے کہ انسان خرابیوں کا شکار ہے

خسارے اور خرابیوں سے بچنے کا قرآنی نسخہ

پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (الیٰ آخر السورۃ)

قرآن عزیز کی معروف سورۃ ، نام العصر ، جس کا معنی زمانہ ہے ، حضرت امام شافعی قدس سرہٗ جو چار ائمہ میں سے ایک ہیں فرماتے ہیں کہ جملہ مقاصد و مہمّات قرآنی کا اس مختصر سورۃ میں اللہ رب العزت نے ذکر فرما دیا ہے ——— گویا انسان کی ہدایت و نجات کا پورا نظام اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے ——— بعض بزرگانِ سلف نے اس سورۃ کو بنیاد بنا کر مستقل نظام صلاح و اصلاح تجویز فرمایا ہے ——— اللہ رب العزت نے قسم فرمائی ——— اور یہ خالقِ کائنات کی سنتِ قدیمہ ہے کہ وہ اہم ترین مضامین کے ذکر پر قسم فرمایا کرتے ہیں ———

قسم بندہ بھی کھاتا ہے لیکن حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زیادہ قسموں سے اجتناب کرو کہ ایسی عادت جس کی ہو گی وہ جھوٹا شمار ہوگا ۔ دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے غیر اللہ کی قسم کو شرک قرار دیا ۔ غایت درجہ احتیاط کی ضرورت ہے لوگ کعبہ ، نبی ، قرآن وغیرہ کی قسمیں کھا گذرتے ہیں ۔ یہ قطعاً مناسب نہیں اور سخت جرم ہے ۔ قسم محض ضرورت کے موقعہ پر اللہ کے نام کی کھائیں اور بس ۔ لیکن خود اللہ تعالیٰ کا معاملہ جدا ہے وہ کسی کا مکلّف نہیں ۔ اس سورۃ میں انہوں نے العصر کی قسم کھائی جس کا معنی زمانہ ہے ۔ قسم کھا کر ارشاد ہوا :۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔

نسل انسانی من حیث المجموع گھاٹے اور نقصان کا شکار رہے ۔

سوچیں کتنی بڑی صداقت ہے اور کتنی بڑی سچائی ہے جس کا حضرت حق اظہار فرما رہے ہیں ۔

انسان کو جب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا تو اس کو زمین پر بھیجتے ہوئے فرما دیا تھا کہ وقتاً فوقتاً جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت نامہ آئے تو اس کی تابعداری کا جو طریق اختیار کرے گا وہ ہر قسم کے خوف و غم سے نجات پائے گا لیکن جو لوگ کفر و تکذیب کا راستہ اختیار کریں گے وہ جہنم کے ہولناک شعلوں کا سدا شکار رہیں گے ۔

انسان ابتدا میں تو قرآن کہتا ہے كان الناس امة واحدة ، بعد میں انسان گروہوں میں بٹ کر اختلاف و انشقاق کی راہوں پر چل نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے اور اختلاف و انشقاق کی راہوں سے بچانے کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھیجا ، سعادت مندوں نے ان کا

(باقی ۲۶ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دُعا

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد الحمد و الصلوٰۃ : اما بعد :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا الآیہ

یہ آیت کریمہ سورۂ بقرہ کے پندرھویں رکوع کی آخری آیت ہے۔ اس سے چند آیات قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مختلف امتحانات میں مبتلا کیا جانا، پھر ان کا ہر امتحان میں کامیاب ہونا، اس کے بعد بطور انعام و اجر اللہ تعالیٰ کا ان کو مقتدیٰ بنانا وغیرہ کا ذکر ہے۔ آگے چل کر پھر اللہ تعالےٰ نے خانہ کعبہ کا ذکر کیا، اس کی برکات کا ذکر کیا۔ اس کے بعد وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الآیہ سے اس کا ذکر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر بیت اللہ بنایا۔ اس کی تعمیر جدید کی تو انہوں نے جو دعائیں مانگیں وہ کیا تھیں؟

ایک دعا

اس موقعہ پر جو دعائیں مانگی گئیں ان میں سے ایک دعا وہ ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے الفاظ میں ترجمہ سنیں۔

"اے پروردگار ہمارے! اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھلاوے ان کو کتاب اور تہ کی باتیں اور پاک کرے ان کو، بے شک تو ہی ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا۔

حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ کے مختصر لیکن جامع حواشی جو محض چند سورتوں کے مکمل ہو سکے ان میں آپ اس آیت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :۔

"یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دونوں نے مانگی کہ ہماری جماعت میں ایک جماعت فرمانبردار اپنی پیدا کر (جس کا پچھلی آیت میں ذکر ہے) اور ایک رسول ان میں بھیج جو ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے، اور ایسا نبی جو ان دونوں کی اولاد میں ہو بجز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نہیں آیا۔ اس کی وجہ سے یہود کے گذشتہ خیال کا پورا پورا رد ہو گیا۔ علم و کتاب سے مراد معانی و مطالب ضروریہ ہیں جو عبارت سے واضح ہوتے ہیں، اور حکمت سے مراد اسرار مخفیہ اور رموز لطیفہ ہیں۔" (حواشی صک ۲۵)

دعاءِ خلیلؑ و بشارت مسیحؑ

جناب نبی کریم علیہ السلام اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی اس دعا کا ثمر تھے اس لیے آپؐ کا ارشاد مسند احمدؒ میں موجود ہے :۔

"کہ میں اللہ کے نزدیک اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام پیدا بھی نہ ہوئے تھے بلکہ ان کا خمیر ہی طیار ہو رہا تھا۔ اور میں آپ لوگوں کو اپنے معاملہ کی ابتدا بتلاتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا (اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ) حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت (جس کا قرآن میں ذکر ہے مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ) اور اپنی والدہ ماجدہ کے خواب کا مظہر ہوں۔"

الغرض ابراہیم علیہ السلام نے جس رسول مکرم کی بعثت کی دعا کی۔ وہی دعا اس آیت میں ہے اور اس کے مظہر حضور علیہ السلام ہیں۔

مقاصد بعثت

دعا کے ساتھ ساتھ مقاصد بعثت کا ذکر ہے اور یہی مقاصد بعینہٖ سورۂ آل عمران اور سورۂ جمعہ میں بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ الفاظ کی تقدیم و تاخیر ضرور ہے لیکن مفہوم بالکل ایک جیسا ہے۔ آل عمران کی آیت ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ الآیہ اور جمعہ کی آیت ہے ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا الآیہ

ان تینوں آیات میں جو مقاصد ذکر ہیں وہ تین ہیں۔ تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ اخلاق۔

پہلے مقصد کی وضاحت

ذرا سی توجہ سے بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ تلاوت کا تعلق قرآن کے الفاظ سے ہے اور تعلیم کا تعلق معانی سے!

اس لیے جناب نبی کریم علیہ السلام نے جہاں قرآن کے معانی و مفہوم اور تفسیر و تاویل سے اپنے خدام کو آگاہ کیا اور ان کو تعلیم دی۔ اسی طرح آپ نے انہیں الفاظ بھی سکھلائے۔ اور جس طرح تعلیم معانی و مفہوم کی فضیلت بیان فرمائی۔ اسی طرح الفاظ کے متعلق بہت کچھ فرمایا۔ الم جیسے حروف جو حروف مقطعات کہلاتے ہیں اور جن کے متعلق محقق علماء کی یہی رائے ہے کہ ان کے معانی خدا اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں، ان کے متعلق فرمایا کہ الم پڑھنے سے تیس نیکیاں ملیں گی کیونکہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور یہ تین حرف ہیں۔ الف علیحدہ، لام علیحدہ، م علیحدہ۔

محض قرآنی الفاظ کا پڑھنا چہ معنی دارد

اس سے ان گمراہ طبقوں اور افراد کی آسانی سے تردید ہو جاتی ہے جو یہ رائے رکھتے ہیں کہ بچوں کو بغیر سمجھے طوطے مینا کی طرح الفاظ رٹا دینا کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔ ہمارے دور کے ایک قلمکار نے شوق تحقیق میں ایسا کیا حالانکہ یہ قرآن سے توجہ ہٹانے سے متعلق ایک خفیہ سازش ہے لیکن جس کتاب مقدس کا محافظ خود خدا ہو اس کا مٹانا اور اس سے دنیا کو علیحدہ رکھنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دورِ سعادت سے لے کر آج تک ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسان ایسے ہیں جن کے سینہ میں قرآن کے الفاظ محفوظ ہیں اور ان خوش قسمت انسانوں میں بوڑھے اور جوانوں سے لے کر معصوم نابالغ بچے بھی شامل ہیں۔ یہ قرآن کی زندہ و تابندہ کتاب ہونے اور محمدؐ کریم علیہ السلام کے واضح معجزہ ہونے کی دلیل ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ساری عمر محض الفاظ کو حرزِ جاں بنائے رکھا۔ معانی کی تعلیم اپنی جگہ مسلّم لیکن ان حضرات نے محض الفاظ کی تلاوت کو حیات آفریں سمجھ کر اس پر مداومت کی اور ایسے خوش قسمت حضرات کی کمی نہ تھی جو روزانہ پورا قرآن مجید ختم کرنے اور تین دن اور سات دن میں ختم کرنے والوں کا تو شمار ہی نہیں۔

بعثت نبوت کا یہ مقصد اب تک پورا ہو رہا ہے اور ختم نبوت کے پیشِ نظر حفاظ و قراء کی جماعتیں اس فرض کو ادا کر کے ذاتِ رسالت سے اپنے تعلق و شیفتگی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

دوسرا مقصد

دوسرا مقصد قرآن نے تعلیم کتاب و حکمت قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی

اُمّی کو معلم بنایا اور اس کی تعلیم کا اپنے طور پر انتظام کیا۔ سورۂ قیامہ میں فرمایا:۔

"قرآن کا جمع کرنا، اس کو تیری زبان سے
ادا کرانا اور پھر اس کا بیان (یعنی معانی کا)
سب ہمارے ذمہ ہے۔

چنانچہ خدائے قادر و توانا نے قرآن سے متعلق جزئیات تک کے علم سے اپنے نبی کو نوازا اور نبی نے عطاءِ خداوندی کو دنیا میں پھیلایا اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ کا یہی مفہوم ہے۔ کہ دینا خدا ہے میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ آپؐ کی زندگی مبارک میں اَن گنت حضرات نے آپ سے استفادہ کیا، جامع شخصیات بھی نکلیں تو بعض بعض فنون میں مستند اور کامل حضرات بھی نکلے۔ انہی حضرات نے اس شغل مبارک کو آگے پھیلایا اور آج تک ظاہری وسائل کے بغیر بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

اس وقت کم از کم ہمارے یہاں قرآن و سنت کی تعلیم کا سرکاری سطح پر قطعاً انتظام نہیں بلکہ جو انتظام ہے وہ محض دکھلاوے کا اور بعض صورتوں میں نقصان دہ ہے لیکن محمّد مدنی علیہ السلام کے خدّام لگے ہوئے ہیں۔ اور لاتعداد مدارس علم کی شمعیں جلا رہے ہیں۔ علماء نبی کے سچے وارث ہیں اور انہی کو اللہ کے نبی نے خوش قسمت قرار دیا ان کی فضیلت سے قرآن نے آگاہ کیا اور بات بھی صحیح ہے کہ یہ علوم نبوت اپنے سینوں سے دوسروں کے سینوں میں منتقل کرتے ہیں۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

تیسرا مقصد تزکیہ ہے

وہ بھی خانقاہ مکی و مدنی کے شیخ اکبر نے بطریق کمال پورا کیا اور اس کی حسنِ تربیت کے صدقے ہزاروں سالکانِ طریقت نکلے۔ جن میں سے ایک ایک دنیا بھر کے صلحاء و اقطاب پر بھاری ہے۔ اس تعلیم نبوی کی کی روشنی میں سلاسل اربعہ نقشبندی، چشتی، قادری، سہروردی کے سلسلے چلے۔ اسی تعلیم کی منہاج پر سلوک و طریقت کے نصاب مدون و مرتب ہوئے لیکن یہ نصاب علمی سے زیادہ عملی ہیں۔ اور الحمد للہ چار دانگ عالم میں خانقاہیں قائم ہیں۔ اللہ اللہ ہو رہا ہے سکھلایا جا رہا ہے۔

گویا اللہ کے خلیل نے ایک "نبی مکرم" اور "قائد اعظم" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے جو دعا کی خدا نے اپنی اصل شکل و صورت میں اس کو قبول کر کے رہتی دنیا تک اس کا اہتمام کر دیا۔ اور بتلا دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تو آپؐ کی امت میں ان مقاصد کے لیے جدوجہد کرنے والوں کا سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے گا۔

اللہ تعالےٰ ہمیں ان عظیم لوگوں میں شامل کر دے جو مقاصد عظیمہ کے لیے مصروف عمل ہیں۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ : مقالہ خصوصی

ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سمیت متعدد حضرات اہل حدیث دیوبند کے فارغ ہیں — جو آپ کو نظر نہیں آتے، سید غزنوی ان حضرات کے ساتھ ساری عمر شیر و شکر ہو کر رہے اور مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم جن کی آڑ میں ہمیں نوازا گیا ہے، جب اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے اپنی جائیداد کا منتظم حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ تعالےٰ کو بنایا — جس پر مولانا امرتسری نے برہم ہو کر فرمایا:

گویا اس کا معنی یہ ہوا کہ ہم
اہل حدیث میں کوئی امین نہیں۔

(ملفوظات حضرت رائپوری قلمی ص۲۶)

بہر حال اگر ہمارے قلم سے کوئی گستاخی کا جملہ نکل گیا ہو تو ہم معذرت چاہیں گے اور درخواست کریں گے کہ اس قسم کی تلخیوں سے احتراز فرمایا جائے۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے دین کا مخلص خادم بنائے اور مردم آزاری کے مکروہ مرض سے محفوظ رکھے۔

خادم اہلسنت احناف
علوی ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ



مقالہ خصوصی

حضرات اکابرین اہلحدیث سے دردمندانہ استدعا

غریب احناف پر نشتر زنی کے بجائے ٹھوس دینی خدمت اپنا شعار بنائیں

ہمارے قارئین گواہ ہیں کہ ہم نے فرقہ واریت کے معاملات سے ہمیشہ اجتناب کیا اور اس حد تک کہ بسا اوقات "مداہنت" کی تہمت اپنے سر لے لی — حالات سے مجبور ہو کر کبھی اگر اس قسم کے موضوع پر قلم اٹھایا بھی، اور چند سطور سپرد قلم کر کے شائع کیں بھی، تو اپنے ہی اکابر و احباب تک نے برا منایا، کہ اُن کے نزدیک اس طرح کا اقدام بانی ادارہ حضرت الامام لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز کے مشن و روایت کے خلاف تھا۔ اس سے ہمارے قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صحافت اور خاص کر "دینی صحافت" کا بار اٹھانا کتنا مشکل ہے اور اس میدان میں ایک شخص کو کس کس طرح پریشانیوں کا شکار ہونا پڑتا ہے؟

لیکن یہ تمام صدمات ہم اس لئے سہتے ہیں — اور سہتے رہیں گے (جب تک اس پیشہ سے وابستگی مقدر ہے) کیونکہ ہمارے نزدیک قلم کی قوت اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ایک نعمت ہے — ایسی نعمت جس کا احساس و اندازہ ان لوگوں کو نہیں ہو سکتا جو محض بخت و اتفاق سے عظمت کی منزلیں طے کر لیتے ہیں، یا انہیں یہ "سعادت" گھر بیٹھے نصیب ہو جاتی ہے۔ اس نعمت کا ہم سے سوال ہونا ہے اور یقیناً — کہ ارشاد خداوندی ہے، ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ — اس احساس کے ساتھ ہم نے ہمیشہ قلم اٹھایا اور ہم دعا گو ہیں کہ رب العزت ہمیں اس راستہ کی مشکلات خندہ پیشانی سے برداشت کرنے، احساس ذمہ داری سے لکھنے اور اس نعمت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دولت عافیت سے نوازے۔

قارئین خوب جانتے ہیں کہ ہمارے یہاں کچھ عرصہ سے ایک طبقہ ایسا بھی موجود ہے، جو "اہلحدیث" کے "مبارک نام" سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ اس طبقہ کو تقلید سے بُری طرح چڑ ہے — اور ہمیں اس پر اعتراض نہیں، کہ یہ ان کی اپنی سوچ کا معاملہ ہے — لیکن ستم یہ ہے کہ اس چڑ کا سب سے زیادہ اظہار حضرت امامنا الھمام سیدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت قدس اللہ سرہ العزیز کے معاملہ میں ہوتا ہے — ورنہ سعودی عرب کی مقلد (حنبلی) حکومت کے لقمہ ہائے تر اور اس کی مختلف حوالوں سے ملنے والی بیش قیمت مالی امداد کو جائز تصور نہ کیا جاتا — امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین کے خلاف وقتاً فوقتاً ایسا رویہ اختیار کیا جاتا ہے کہ اسے دیکھ کر خون کھولنے لگتا ہے۔

اس معاملہ میں ہمیں سب سے زیادہ افسوس لاہور کے ایک ہفت روزہ "الاعتصام" کی روش پر ہے جو کسی زمانہ میں اسلامی صحافت کا شاہکار تصور ہوتا۔ حضرت مولانا السید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی تھی، محترمی مولوی محمد اسحٰق بھٹی جیسے سنجیدہ اہلِ قلم ادارت کے فرائض انجام دیتے — یاد پڑتا ہے کہ ایک مرتبہ "الاعتصام" میں مولانا لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کچھ ایسی باتیں شائع ہو گئیں جو دائرہ احتیاط کے منافی تھیں تو مولانا غزنوی مرحوم نے بھٹی صاحب سے فرما کر جلی معذرت اس طرح چھپوائی کہ بطور معذرت خواہ خود حضرت غزنوی کا نام لکھا گیا — لیکن اب وہی الاعتصام ہے — معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کار پردازدل

اور ادارتی عملہ کو حنفیت اور حنفی اکابر بالخصوص اہلسنت وجماعت (حضرات دیوبند) سے کوئی مخصوص بیر ہے جس کا برابر اظہار ہوتا ہے اور تکلیف دہ حد تک اس مشغلہ کو جاری رکھا جا رہا ہے —— ایڈیٹر الاعتصام جب یہ لکھتے ہیں کہ بریلوی اور دیوبندی تو یہاں فقہ حنفی رائج کرانا چاہتے ہیں۔ لیکن ایک مودودی صاحب کی جماعت ہے جو اس سے ماوراء ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجاہل عارفانہ کا شکار ہیں یا قصداً بغض کا مظاہرہ فرما رہے ہیں۔ دیوبندی اکابر کی سیاسی تنظیم جمعیۃ العلماء اسلام سے ہمارا بہت عرصہ عملی تعلق رہا۔ مدیر الاعتصام ثابت نہیں کر سکتے کہ اس تنظیم نے کبھی حنفیت کے نفاذ کی بات کی ہو —— لیکن مودودی صاحب پہلے بزرگ تھے جنہوں نے نفاذ حنفیت کا نعرہ لگایا —— ان کے بعد بریلوی احباب نے فقہ حنفیہ کا نعرہ بلند کر کے فقہ جعفریہ کی راہ ہموار کی کیونکہ ملتان سے بھکر تک فریقین خوب ایک دوسرے سے گلے ملے —— لیکن اہلسنت وجماعت حنفی دیوبندی اس معاملہ سے قطعاً ماوراء ہیں۔

حضرات اکابر احناف پر الاعتصام کی بیجا نشتر زنی کا تازہ شاہکار وہ مضمون ہے، جو کسی پروفیسر صاحب نے سپرد قلم فرمایا ہے —— ان کا اسم گرامی "محمد مبارک" ہے کاروباری شہر کراچی کے کسی کالج سے وابستہ ہیں یا نہیں بہر حال مولانا بھی ہیں اور پروفیسر بھی!

یہ مضمون ۳ —— ۱۰ —— ۱۷ فروری ۸۴ء کے شماروں میں تین قسطوں میں چھپا ہے۔ مجموعی ضخامت ۹ صفحات کے قریب قریب ہے —— مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رح —— سے متعلق یہ مضمون ہے، عام طور پر تاثر یہ تھا کہ اس مضمون میں مولانا بٹالوی مرحوم کی شخصیت اور ان کے علمی وعملی کارناموں کا تذکرہ ہوگا۔ لیکن ہم نے جب یہ مضمون پڑھا تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ایک صفحہ کے لگ بھگ میں تو مولانا کے حالات کا تذکرہ ہے باقی غریب حنفی علماء پر نشتر زنی، اور اس معاملہ میں بطور خاص مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمود حسن دیوبندی اور مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم پر کرم فرمایا گیا ہے —— پہلی ہی قسط کے دوسرے کالم میں ہے۔

"اور دوسری طرف مقلدین احناف سے بھی خوب ٹکر لی"۔ مضمون نگار نے اس "خوب خوب ٹکر" پر جو گرہیں لگائی ہیں، ان پر نقد وتبصرہ کیا جائے تو بات مناظرہ وتلخی کی شکل اختیار کر جائے گی —— جس کو ہم اپنی افتاد طبع کے سبب پسند نہیں کرتے —— لیکن ہم "الاعتصام" کے سرپرست اعلیٰ اور ناشر محترم حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف زید مجدہم اور ان کے ذریعہ اپنے محترم کرم فرما حافظ صلاح الدین یوسف مدیر الاعتصام (جو ایک مرتبہ ہمیں ذاتی طور پر جاہل مدیر لکھ کر ہم پر کرم فرما چکے ہیں —— اللہ تعالیٰ اس کی انہیں جزا دے) سے یہ ضرور سوال کریں گے کہ محترما، یہ روش ورویہ آخر کیوں ہے؟ فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، رفع یدین، بیس یا ۸ تراویح جیسے مسائل سے کہیں آگے امت کو مسائل درپیش ہیں، امت کا اجتماعی ڈھانچہ ہل کر رہ گیا ہے، اس کے وجود ملی کو اس قدر خطرات لاحق ہیں کہ الامان —— کفر وطاغوت اسے ہڑپ کرنے کی فکر میں ہے لیکن آپ ہیں کہ حضرت الامام ابوحنیفہ رح کو احادیث کے علم میں کورا ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور تقلید کو کفر وشرک ثابت کر کے لاکھوں علماء وصلحاء اور کروڑوں بندگان خدا کو ایمان سے محروم کرنے کی آپ نے ٹھان رکھی ہے —— ہمیں اس کا رنج نہیں کیونکہ یہ معاملہ حشر کے روز نمٹے گا (رب العزت وہاں کی سختیوں سے ہم سب کو محفوظ فرمائے) ہم آپ سے صرف یہ گذارش کریں گے کہ آج جبکہ بڑے بڑے جغادری صحافیوں کے زیر انتظام شائع ہونے والے ہفت روزہ رسائل دم توڑ چکے ہیں اور محض دینی حلقوں کے ۲/۴ رسائل باقی ہیں اور وہ بھی رینگ رینگ کر وقت پورا کر رہے ہیں —— تو ان سے دین اسلام کی ٹھوس خدمت لینے کا اہتمام کیا جائے تو زیادہ انسب ہوگا۔

اہل علم کا اختلاف کوئی انوکھا واقعہ نہیں، لیکن ان کے باہمی مراسم بھی تاریخ کی ایک مسلّم حقیقت ہے، مولانا

(باقی ۸ پر)

ترتیب، ظہیر احمد تاج، کراچی

اتباعِ سُنّت

از، علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم وصدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

حکمِ الٰہی

قَالَ اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ط (احزاب: ۲۱)

حق جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔ تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مبارک میں اقتدا کا بہترین نمونہ ہے۔

احکامِ رسولؐ

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو دین میں داخل نہیں تو وہ بات اسی شخص پر مردود ہے۔

وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ فَسَیَرَی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ (مشکوٰۃ)

اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا تو تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا۔ سنت کو مضبوطی سے اختیار کرنا۔ اور نئی باتوں سے بچنا۔ کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔

وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَۃً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُھَا مِنَ السُّنَّۃِ۔ (مشکوٰۃ)

اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اس بدعت کے برابر سنت پر عمل کی توفیق اٹھا لی جاتی ہے۔

وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَۃٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ (مشکوٰۃ)

اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم وتوقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی۔

فرضِ مسلم

خدائے عزوجل کے کلام بلوغت نظام اور احادیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اچھی طرح واضح ہے کہ اہل اسلام کا اولین فرض یہی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام اعمال وافعال میں پیش نظر رکھیں اور انہیں اپنے حقیقی رہبر اور راہ نما سمجھیں اور اپنی نجات اخروی اور حیات ابدی کو انہیں کے اتباع میں منحصر جانیں۔

انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ہی خدا کی رضامندی اور ناراضگی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ بغیر ان کے بتائے اور سکھائے ہوئے عقل انسانی ہرگز معلوم نہیں کر سکتی کہ کن چیزوں سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہمارے لئے نمونۂ کاملہ ہے اور ہمارا اولین فرض ہے کہ ہم آپؐ کی تابعداری اور پیروی کریں اور سرِ ذرہ برابر آپؐ کے نشانات قدم سے نہ ہٹیں۔

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اللہ جل شانہٗ نے آیت کریمہ مرقومہ بالا میں ہمیں یہی ہدایت فرمائی ہے کہ ہم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات مظہر آیات کو اپنے لئے نمونۂ کاملہ سمجھیں اور آپؐ کی سنّت پر نہایت پختگی اور استحکام سے قائم رہیں۔ یہی ہماری منزلِ مقصود ہے اور یہی معراجِ کمال۔

جامع تعلیمات

پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دین وشریعت کے متعلق ہمیں ایسی کامل ومکمل تعلیم دی جس کی نظیر صفحاتِ تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ معاش و معاد، شادی وغمی، تجارت وحرفت، تمدن وخلوت غرض انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ہمیں اصولِ کلیہ یا مسائل جزئیہ تعلیم نہ فرمائے ہوں۔

ایسے شفیق معلم اور مہربان مبلغ کے قربان جس نے ہماری تہذیب وتعلیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور کوئی ضروری بات سکھانے سے اٹھا نہیں رکھی۔ بتایا، سکھایا، کرکے دکھایا۔ اور اس وقت تک ہم سے جدا نہیں ہوئے جب تک کہ شریعت کو ہمارے لئے آفتاب کی طرح روشن اور صاف کر دیا۔

فَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ مِنْ مُّبَلِّغٍ اَدّٰی حَقَّ الرِّسَالَۃِ وَالتَّبْلِیْغِ وَلَمْ یُفَارِقْنَا حَتّٰی جَعَلَ لَنَا الشَّرِیْعَۃَ شَرِیْعَۃً بَیْضَاءَ الَّتِیْ لَیْلُھَا وَنَھَارُھَا سَوَاءٌ۔ (الحدیث)

یعنی اللہ تعالےٰ بارانِ رحمت نازل فرمائے اس مبلّغ پر جس نے رسالت اور تبلیغ کا حق ادا فرمادیا اور اس وقت تک ہم سے مفارقت نہ فرمائی جب تک کہ شریعت کو ہمارے لئے آفتاب کی طرح روشن اور منوّر نہ کر دیا۔ ایسا روشن جس کی رات بھی دن کی طرح نورانی ہے۔

آزمائش

با ایں ہمہ اختلافِ رائے انسانی فطرت کا مقتضیٰ تھا۔ اور نفس وشیطان، انسان کے پکّے دشمن، جن کا ہر وقت یہی قصد وارادہ ہے کہ انسان کو مردود بنا دیں۔ مسلمان بھی ان دونوں فتنوں سے بے خوف اور مطمئن نہ تھے۔ اور وہ مرشد کامل (یعنی پیغمبر اسلام روحی فداہ) بھی اس پیش آنے والے فتنہ سے پورے واقف اور خبردار تھے۔ آپؐ کو معلوم تھا کہ ظلِ نبوت مسلمانوں کے سر سے اٹھ جانے کے بعد ان میں طرح طرح کے اختلافات پیدا ہوں گے اور ایسے وقت میں نفس وشیطان کو موقع ملے گا کہ وہ میری اُمت کو گمراہی کے غار میں گرادیں اور ہوائے نفسانی کا متبع بنا کر نارِ جہنّم میں پہنچا دیں۔ اس لئے آپ نے امت کو صاف صاف الفاظ اور کھلے کھلے بیان سے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کا طریقہ اور اس روحانی مرض کا علاج بتا دیا اور سمجھا دیا۔ فرماتے ہیں جو شخص زندہ رہے گا وہ اختلافاتِ کثیرہ دیکھے گا۔ لیکن اس کا علاج یہ ہے کہ اس وقت تم میری سنت نہایت مضبوطی اور استحکام سے پکڑ لینا اور خبردار کسی نئی بات (بدعت) کو اختیار نہ کرنا۔ کیونکہ ہر نئی بات (بدعت) گمراہی ہے اور گمراہی کا مآل اور نتیجہ دوزخ ہے اور فرمایا جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالے وہ اس پر مردود ہے یعنی خدا اور رسول کے یہاں وہ مقبول نہیں۔

بدعت کی خرابی

اور فرمایا جب کوئی قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اس کے مثل ایک سُنّت کی توفیق اُٹھا لی جاتی ہے۔ اور فرمایا جو شخص بدعتی کی توقیر وتعظیم کرتا ہے وہ گویا اسلام کے ڈھانے پر مدد کرتا ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ بدعتی خدا اور رسول کی توہین کرتا ہے کہ اس کی کامل ومکمل شریعت میں اپنی طرف سے ایجاد کرکے گویا خدا اور رسول کی جانب کوتاہی اور نقصان کی نسبت کرتا ہے۔ یا خود احکام تجویز کرکے اپنے لئے (تشریعِ احکام کا) خدائی منصب تجویز کر رہا ہے۔ اس لئے وہ تو درحقیقت اسلام کو ڈھا رہا ہے اور جو اس کی تعظیم وتکریم کرے وہ اسلام کے ڈھانے میں اس اس کا مددگار ہے۔ نعوذ باللہ منہا

مسلمانو! یاد رکھو اور خوب سمجھ لو کہ شرعی احکام بغیر خدا اور رسول کی اتباع کے نجات ناممکن ہے اور نہایت سخت اندیشناک چیز ہے۔ کیونکہ اور گناہ تو ایسے ہیں کہ اُن سے ڈر کر انسان توبہ کر لیتا ہے لیکن بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدعت کا ارتکاب دینداری سمجھ کر کرتا ہے اور اپنے خیال میں اُسے نیک

کام سمجھتا ہے اس لئے توبہ کی طرف اس کا دھیان اور خیال بھی نہیں جاتا۔

بدعت اگرچہ بظاہر کیسی ہی بھلی اور نیک معلوم ہو لیکن بڑے گناہ کی چیز ہے۔ اس امر کی صاف اور روشن دلیل یہ روایت ہے:-

اُخْبِرَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضؓ بِالْجَمَاعَۃِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَجْلِسُوْنَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِیْھِمْ رَجُلٌ یَقُوْلُ کَبِّرُوا اللّٰہَ کَذَا وَکَذَا وَسَبِّحُوا اللّٰہَ کَذَا وَکَذَا وَاحْمَدُوا اللّٰہَ کَذَا وَکَذَا۔

فَیَفْعَلُوْنَ فَحَضَرَھُمْ فَلَمَّا سَمِعَ مَا یَقُوْلُوْنَ قَامَ فَقَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَالَّذِیْ لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَۃٍ ظُلْمَاءَ اَوْلَقَدْ فَقِھْتُمْ عَلٰی اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عِلْمًا۔ (مجالس الابرار)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خبر دی گئی کہ ایک جماعت بعد مغرب بیٹھتی ہے اور ان میں ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو۔

اور سب لوگ ایسا ہی کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس جماعت میں گئے اور جب ان کی باتیں سنیں تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ ہوں اور اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم لوگوں نے نہایت تاریک بدعت اختیار کی ہے کیا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے علم میں بڑھ گئے۔

اس روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ فعل باوجودیکہ ذکر الٰہی اور تکبیر وتسبیح وتہلیل ہی تھا مگر چونکہ اس کی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا ثبوت شریعتِ مطہرہ سے نہیں تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک ناجائز اور بدعت تھا۔

اس پر بدعت کا حکم لگانے کی وجہ کیا تھی صرف یہی کہ ذکر اللہ اگرچہ ہر وقت مطلوب ومحبوب ہے مگر اس کے لئے یہ اہتمام و اجتماع کرنا حدودِ شریعت سے تجاوز کرنا تھا۔ ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بطورِ خود جس قدر چاہے ذکر اللہ کرے لیکن یہ اختیار نہیں کہ ایک جدید اور نئی صورت اور ہیئت ایجاد کرے اور پھر اسے طریقِ شرعی اور موجبِ ثواب اعتقاد کرے۔

فکرِ صحابہؓ

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کے علوم مشکوٰۃِ نبوت سے ماخوذ اور جن کے سینے نورِ وحی سے بوجہ فیضِ مجلس منوّر تھے۔ جنہوں نے خدا ورسول کی محبت میں اپنے گھر بار، آل اولاد، عزیز واقارب کو چھوڑ دیا اور آستانۂ نبوت کی جاروب کشی کو سرمایۂ سعادت سمجھ کر دل وجان سے نبی امّی روحی فداہ کے جان نثار خادم بن گئے ان سے زیادہ اتباعِ سنّت کا دعوٰی کون کر سکتا ہے اور اُن سے بڑھ کر فنافی اللہ اور فنافی الرسول کا دم کون مار سکتا ہے۔ وہ اتباعِ سُنّت اور اقتضاءِ آثارِ نبوت کے برکات کو خوب سمجھتے تھے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام خود کیا یا ہمیں کرنے کا حکم دیا۔ اس کے خلاف کسی کام میں خیریت اور برکت نہیں ہوسکتی۔ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ بدعات میں نجات کی اسقدر امید ہے جس قدر کہ حنظل (اندرائن) سے شہد حاصل کرنے کی آرزو۔ وہ یقین واثق کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکات وسکنات کا اتباع کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہی اتباع نجات کا کفیل اور مغفرت کا ضامن ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قصرِ نبوت کا حقیقی مکمل کرنے والا اور حسبِ ارشاد الیوم اکملت لکم دینکم الخ اسلام کے عالیشان قصر کو ہر طرح کامل ومکمل اعتقاد کرتے تھے۔

انہیں وجوہ سے ان کو بدعاتِ مخترعہ سے سخت نفرت تھی اور جس کام کو سنتِ نبویہ کے صراطِ مستقیم سے ایک بال برابر بھی ہٹا ہُوا سمجھتے اُس سے دُور بھاگتے تھے۔ اسی خیال سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس جماعت کے حلقۂ ذکر کو چونکہ اس خاص ہیئت واہتمام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپؐ کی پاک تعلیم میں نہیں پایا۔ بدعت فرما دیا اور سچ فرمایا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے

اعلم الخلق اور صحابۂ کرام جیسے خیرات ومبرات کی حریص ترین جماعت سے جب بہ اہتمام خاص منقول نہیں تواب ان کے ایجاد کرنے والوں کو کہاں سے اس کی خیریت اور بھلائی کا علم ہو گیا۔ کیونکہ خدا کے نزدیک کسی قسم کی بھلائی معلوم ہونے کا ذریعہ صرف مشکوٰۃ نبوت ہے۔

کتب احادیث وسیر میں صحابۂ کرام سے بکثرت ایسے واقعات منقول ہیں کہ انہوں نے سنتِ نبویہ کے ذرا سے خلاف کو بُرا سمجھا اور نفرت ظاہر کی اور اس مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے حالانکہ بظاہر وہ اعمال بھلے معلوم ہوتے تھے۔

محبت کا تقاضہ

الغرض مسلمانوں کو اگر خدا اور رسول سے محبت ہے۔ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار ہیں تو ان کا اولین فرض یہ ہے کہ سنت نبویہ کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ اور اپنی ایجاد کردہ بدعات کو یک لخت چھوڑ دیں۔ دینی امور میں اپنی رائے کو کافی نہ سمجھیں بلکہ کتاب اللہ، حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس سے فقہ کو اپنا مطمح نظر بنالیں اور اپنے تمام کام عبادات ہوں یا معاملات، شادی کے متعلق ہوں یا غمی کے، شریعت مطہرہ مقدسہ کے موافق کرلیں ورنہ یاد رکھیں ان کے ایجاد کردہ بدعات بظاہر کتنے ہی خوشنما اور نیک ہوں لیکن وہ خدا کی خوشنودی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کا باعث نہیں ہو سکتے اور ان کے لئے بجائے موجب نجات ہونے کے ذریعۂ عذاب ہو جائیں گے۔

(انتخاب از دلیل الخیرات)

جائزہ (از مرتب)

دین میں کسی عقیدہ یا فعل کو رائج کرنا، اسے عبادت اور موجب ثواب اور نہ کرنے والے کو گنہ گار سمجھنا بدعت ہے۔ اس کے لئے بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی اصطلاحیں ہیچ ہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ بدعت تو بدعت ہی ہے اس میں بدعتِ حسنہ اور بدعت سیئہ کا امتیاز پیدا کرنا بے معنی ہے۔ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ اُمّی وابی) نے بدعت کو مردود اور ضلالت (گمراہی) فرمایا ہے۔ تو اچھا مردود، بُرا مردود، یا اچھی ضلالت اور بُری ضلالت مراد لینا خود اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے۔

البتہ اس پر ایک اور زاویۂ نظر سے غور کرنا مفید ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ دین میں تنگی نہیں ہے اور ہر زمانہ میں اتباعِ سنت کی آسانیاں ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اتباعِ سنت مقصود ومطلوب ہے۔ اس کے حصول کے ذرائع اور وسائل مختلف ہو سکتے ہیں، اُن سے حسب ضرورت کام لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ وسائل خلاف شرع نہ ہوں۔

حضرت صدر الاساتذہ مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی تحقیق کے مطابق "حدیث شریف میں جس چیز کی ممانعت فرمائی گئی ہے وہ احداث فی الدین ہے لیکن دین کے احکام کو بروئے کار لانے کے لئے جن ذرائع اور وسائل کی ضرورت پیش آئے اُن کا قرآن وحدیث میں منصوص اور مذکور ہونا ضروری نہیں، وہ ہر زمانہ میں ہر کام کی نسبت سے اختیار کیے جا سکتے ہیں جنہیں احداث فی الدین نہیں کہہ سکتے بلکہ احداث للدین (دین قائم کرنے کے لئے) کہا جائے گا۔ یہ جائز ہے۔"

مثلاً عینک، لاؤڈ اسپیکر، ہوائی جہاز، ٹینک وغیرہ کہ ان کا استعمال بجائے خود عبادت اور ثواب نہیں، مگر قرآن پڑھنے کے لئے عینک، اذان وخطبہ کے لئے لاؤڈ اسپیکر، حج کے لئے ہوائی جہاز اور جہاد کے لئے ٹینکوں کا استعمال جائز بلکہ حسبِ مواقع ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح گنبد اور مینار مساجد کی پہچان کے لئے، تسبیح جمعیّتِ خاطر کے لئے، وضو خانہ، وضو کی فوری ضرورت پوری کرنے کے لئے جائز ہیں مگر اپنی جگہ پر کوئی عبادت نہیں۔ یعنی ایسا نہیں کہ گنبد اور میناروں کے بغیر مسجد کی تقدیس اور نمازوں کی ادائیگی میں کوئی کمی رہتی ہے۔ تسبیح پر پڑھنے کا ثواب ہو، لاؤڈ اسپیکر پر خطبہ یا اذان نہ دینے کا گناہ ہو اور مسجد کے وضو خانے میں وضو کا زیادہ ثواب ہو۔ وسائل موقع اور محل کے لحاظ سے مختلف ہو سکتے ہیں لیکن سنت ناقابلِ تبدیل اور محکم ہے۔

قسط ۲

اصلاحِ معاشرت

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ریڈیو، گراموفون

جس مسلمان کے پاس کچھ سرمایہ ہو جائے یا خوش قسمتی سے کوئی معقول ملازمت مل جائے اس کے یہاں بجائے شکرانۂ نعمت الٰہی کے ان آلات لہو ولعب کا ہونا ضروری ہے گویا یہ بھی آسودگی کی علامت ہے اور ترقی کا معیار ہے پھر گھر کے چھوٹے اور بڑے مرد اور عورت، لڑکے اور لڑکیاں، باپ، بھائی، بیٹے اور بیٹیاں۔ غرض سب مل جل کر ان کے ذریعہ عشقیہ غزلیں، فحش گانے اور گندہ مذاق سب ہی کچھ سُنتے ہیں اور محظوظ ہوتے ہیں۔ گانے والیوں کو داد دی جاتی ہے فحش باتوں پر ہنسی اور قہقہے لگائے جاتے ہیں۔ نہ بڑوں کا ادب ملحوظ ہوتا ہے نہ چھوٹوں کا پاس سب ایک ہی قسم کے جذبات میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں اور ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے وہ وقت بے شک تفریح اور دلچسپی سے گذر جاتا ہے۔ مگر یہ وقتی تفریح، آئندہ بڑے بڑے مفاسد کا پیش خیمہ بن جاتی ہے نتیجہ یہ کہ:

ا۔ بڑوں کا ادب لحاظ سب کافور ہو جاتا ہے۔

ب۔ شرم وحیا، غیرت وحمیت مفقود ہو جاتی ہے۔

ج۔ باہمی برتاؤ میں بڑے چھوٹے باپ بیٹے کا امتیاز نہیں رہتا۔

د۔ تلاوت قرآن پاک، ذکر الٰہی درود واستغفار جو ہزاروں رحمتوں اور برکتوں کا باعث بنتے، طبائع ان سے ہٹ کر بے ہودہ مشاغل کی عادی ہو جاتی ہیں۔

ر۔ جو وقت مذہبی معلومات، علمی تحقیقات ادبی نظریات میں گذرنا چاہئے تھا وہ ان فضولیات میں گذرتا ہے۔

تھیٹر، سینما، بائسکوپ

جن میں وہ حیا سوز غیرت شکن مناظر پیش کئے جاتے ہیں جو شرافت وانسانیت کا یکسر خاتمہ کر دیتے ہیں مگر جوانوں، نوجوانوں، بچوں، بوڑھوں، مردوں وعورتوں سب کے لئے سب کے لئے یہ شوق اتنا عالمگیر ہو گیا ہے کہ جزوِ حیات اور زندگی کا لازمی مشغلہ شمار ہوتا ہے کہتے ہیں یہ آزاد خیالی ہے مگر درحقیقت "گھر پھونک تماشہ دیکھ" کا پورا پورا مصداق ہے دولت تو برباد ہوتی ہے ساتھ ساتھ شرافت وانسانیت کا بھی خون ناحق ہوتا ہے۔

ان کھیلوں میں ہر وہ بات منظر عام پر آجاتی ہے جس کو اس ماحول سے نکلنے کے بعد برسر بازار کوئی رذیل سے رذیل آدمی بھی دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ تعجب ہے جو مناظر برسر بازار شرافت وانسانیت کے سراسر خلاف ہیں وہ سینما حال میں کیونکر مستحسن ہو جاتے ہیں۔ سخت حیرت ہے اگر اس قسم کی کوئی نازیبا حرکات کسی کی بہو بیٹی کے سامنے کر بیٹھے تو انتہائی کمینہ پن اور رسوائی کی بات ہے جو ناقابلِ برداشت ہوتی ہے مگر انہیں حرکات نازیبا کو بہو بیٹیوں لڑکوں اور لڑکیوں کو خود لے جا کر سینما دکھلانا عین شرافت اور تہذیب وتمدن کی ترقی سمجھا جاتا ہے یہ فلسفہ ہی نرالا ہے یا دماغ کی بے شعوری کا نتیجہ!

ایک ایکٹریس اپنے حسن فروشی کے جنون میں ہر وہ حرکت کر گذرتی ہے جو نہ کرنا چاہیئے تھی اس لئے کہ وہ اپنی عزت وحرمت کو مال وزر پر قربان کرکے اس میدان میں آتی ہے اب وہ جو چاہے کرے اس کو کسی ملامت کی پروا نہیں۔ افسوس اور حیرت ان لوگوں پر ہے جو اپنی جیب سے روپیہ

خرچ کرتے ہیں۔ خود بھی ان رسوا کن عادتوں کو سیکھتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی سکھاتے ہیں۔ پھر اگر کوئی منچلا لڑکا یا لڑکی اس سبق کا عملی تجربہ کرنے لگتا ہے تو سر پیٹ کر روتے ہیں۔ میرے خیال میں ہر عیاشی سے بدتر یہ شوق رنگین ہے اس لئے کہ اس کے ذریعہ ہر عیاشی کا چسکہ پیدا ہو جاتا ہے اور اچھی طرح اس کے طور طریق سیکھ لیتا ہے اور اس نظری اور دماغی عیاشی میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے کبھی بھی چھٹکارا نصیب نہیں ہوتا۔ اس راہ سے جو بے راہ روی پیدا ہو رہی ہے سراسر ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جا رہی ہے مثلاً:

ا۔ عزت و حرمت، عفت و عصمت کی بربادی۔

ب۔ سرمایہ دولت، سرمایہ وقت، سرمایہ زندگی (دل و دماغ) کی بربادی۔

ج۔ صحت جسمانی اور روحانی کی تباہی۔

د۔ بے حیائی بے غیرتی، بداطواری، بدکرداری کی پوری تعلیم۔

پھر مال وزر کی ہوس میں شریف زادیاں خاندانی عزت و آبرو کو خاک میں ملا کر اسٹیج کی پری بنی ہیں۔ کمپنی کے ایجنٹ اور دلال بہلا پھسلا کر اور سبز باغ دکھا کر ان کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اور چند روپے سکوں کی خاطر یہ آتشیں کھیل کھیلا جا رہا ہے ضرورت زمانہ کو دیکھ کر اب تو بعض اسکولوں نے بھی اس کی باقاعدہ تعلیم شروع کر دی ہے اور مزید ہمت افزائی کا کام ہمارے ادبی رسالے انجام دے رہے ہیں۔ ان ایکٹرسوں کی تصاویر شائع کی جاتی ہیں۔ تعریف و تعارف کرایا جاتا ہے گویا یہ بے عزتی اور بے غیرتی کی زندگی بھی کوئی بڑا کارنامۂ حیات ہے جس کی جانب صنفِ نازک کو دعوت دی جا رہی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ یہی رسالے یہی تمثیلی تماشے (سینما وغیرہ) یہی ریڈیو، اصلاح کا کام بھی کر سکتے ہیں بہترین تخیلات مفید رجحانات کار آمد جذبات پیدا کر سکتے ہیں مگر ہماری بدقسمتی سے بجائے اصلاح کاروں کے یہ محض تجارتی ادارے بن گئے اب لامحالہ ان کو پبلک کے عام رجحانات اور خواہشات کا اتباع کرنا پڑا۔ اگر عام پبلک کے رجحانات اور جذبات درست ہوتے تو ہرگز ان کو اس غلط روی کی جرأت نہ ہوتی اور اصلاحی کارناموں میں پیش پیش ہوتے مگر یہاں تو حال یہ ہے کہ اگر کوئی اصلاحی طریق اختیار کرلے تو اس پھیکے پکوان کا کوئی قدر دان نہیں۔

فیشن

صفائی وستھرائی تمیز اور سلیقہ معیار شرافت اور انسان کا خصوصی شعار ہے یہ سب اوصاف ارزاں بھی میسر ہو سکتے ہیں اور گراں بھی ان کو اپنی حدود مقدرت سے وسیع کرنا خود کو پریشانی میں مبتلا کرنا ہے اور محض اسراف اور فضول خرچی ہے۔ یقیناً اپنے کو پاکیزہ رکھنا معیار شرافت ہے مگر جسم کو گراں بار بنانا اوچھا پن اور سراسر حماقت و نادانی ہے۔

ہم نے یورپ کو نئی نئی آرائشوں سے آراستہ پایا اور پہلے اس سے کہ ان کے آمد و خرچ کا جائزہ لیتے اپنی حالت کا ان کی حالت سے موازنہ کرتے ہم نے بھی اپنا روپ بدل ڈالا مفلسی میں سرمایہ داروں کی نقالی رنگ لائی جو کچھ شکم پری اور تن پروری کا سامان تھا سب تن پوشی اور آرائش و زیبائش کی نذر ہو گیا۔ آج جس شخص کو بھی دیکھئے بظاہر خوشحال اور بہ باطن پریشان خاطر آمدنی معقول مگر گزارہ مشکل، جو جس رقبہ پر ہے اس کی آمدنی اس کی حیثیت کے اخراجات سے بہت کم، ہزاروں روپیہ کماتا ہے مگر پھر بھی اطمینان اور بے فکری نصیب نہیں، ایک مفلس وفادار شخص اپنے لمحات زندگی بے فکری اور اطمینان کے ساتھ گذار سکتا ہے مگر ایک باحیثیت شخص اپنی ضروریات زندگی کی وجہ سے ہر وقت پریشان رہتا ہے اور

؎ آنانکہ غنی ترانند محتاج تراند

کا پورا مصداق ہوتا ہے۔ اور یہ سب نتیجہ اس کا ہے کہ ہم نے اسلامی سادہ اور ارزاں معاشرت کی ناقدری کی اور یورپ کی گراں معاشرت کو پسند کیا۔ اگر ہم اسلامی سادہ معاشرت پر قائم رہتے تو خود بھی اطمینان اور سکون کی اور سکون کی زندگی بسر کرتے اور باہم وہ مساوات یک رنگی پیدا ہوتی کہ تمام اقتصادی مسائل کی الجھی ہوئی

گتھیاں خود بخود سلجھ جائیں۔

آج ہمارا معیار زندگی اس قدر بلند ہو گیا ہے کہ عوام کے ساتھ کوئی صوری مناسبت باقی نہیں رہی اور افتراق کی ایسی گہری خلیج درمیان میں حائل ہو گئی جس کا پاٹنا ناممکن نظر آ رہا ہے۔ اب یا تو پوری قوم کے معیار زندگی کو بلند کیا جائے مگر قوم کا افلاس اس غلط اقدام کی ہرگز اجازت نہیں دیتا یا پھر اپنا معیار زندگی بدلا جائے اور اپنی اسی سادہ زندگی کو اختیار کیا جائے تاکہ پھر یک رنگی اور یک جہتی پیدا ہو۔

انبیاء کرام علیہم السلام نے باہم مساوات اسی طرح قائم کی کہ امیروں کو غریبوں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا اور ایک دوسرے کا بھائی ہمدرد اور غمگسار بنا دیا پھر نہایت سہولت کے ساتھ دولت کی صحیح تقسیم ہو گئی اور ہر ایک شخص کی ضروریات بآسانی پوری ہونے لگیں ورنہ تمام غریبوں کو امیر بنا دینا کسی کے بس کی بات نہیں۔

صحابہ کرامؓ نے اپنی زندگی سے اس کا بہترین نمونہ پیش کیا وہاں امیر المؤمنین سے لے کر ادنیٰ غلام تک ہر ایک یکساں نظر آتا تھا اور امارت و غربت کا کوئی ظاہری نشان نہ تھا۔ آج باپ اور بیٹے کے لباس میں فرق ہے جس کی وجہ سے چھوٹے اپنے خاندانی بزرگوں کے وقار کو خاطر میں نہیں لاتے بلکہ بسا اوقات ان کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں پاس ادب لحاظ و ملاحظہ سب ندارد اور فرق مراتب مفقود غرض یہ ترقی معکوس وبال جان بن رہی ہے اور جو سرمایہ قرابت داروں اور عزیزوں اور محتاجوں کی خبر گیری میں صرف ہونا چاہئے تھا وہ ظاہری آرائش میں ضائع ہو رہا ہے اس غلط روی سے خود بھی ہر وقت کش مکش میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی مصائب و مشکلات کا شکار بنا رکھا ہے ظاہر پر نظر ہے اور خرابیاں نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

سب سے زیادہ ظلم اولاد پر ہو رہا ہے فرد محبت یا نادانی سے ان کی ابتدائی پرورش اس اعلیٰ پیمانہ پر کی جاتی ہے جس کی بعد میں ان کی آمدنی کسی طرح متحمل نہیں ہو سکتی۔ خیالی خواب ڈپٹی کلکٹری اور ڈپٹی کمشنری پر ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر سارا اثاثہ اس کے فیشن پر صرف کر دیا جاتا ہے۔ بعد میں بالعموم غریب کے مقدر میں دفتر کی کلرکی ہوتی ہے۔ بال بچوں کا خرچ ہوتا ہے۔ ماں باپ کی خدمت ہوتی ہے۔ اپنی پوزیشن اور سوسائٹی کا خیال۔ غرض ایک جان ہوتی ہے اور ہزاروں مشکلات اور اخراجات۔ جو شخص زمانۂ تعلیم میں تیس چالیس روپیہ ماہوار فضول اخراجات میں صرف کرنے کا عادی ہو وہ پچاس ساٹھ میں پوری خانہ داری کا بوجھ کس طرح اٹھا سکتا ہے بمشکل گذارہ کرتا ہے اور عمر بھر مقدر کو روتا ہے۔ اور کیوں نہ روئے جبکہ اس کو ان اخراجات کا عادی بنا رکھا ہے جن کو پورا کرنے کے لئے معقول آمدنی بھی کافی نہیں یہ اولاد کے ساتھ محبت ہے یا دشمنی؟ اگر پیار اور محبت میں آ کر بچے کے انگریزی بال رکھ دئے اور کوٹ نیکر پہنا دئے تو بظاہر تو کوئی قصور اور جرم نہیں لیکن نگاہ حقیقت میں میں صریح ظلم ہے۔ اس نادان بچے پر جس کی زندگی کا رُخ بدل دیا گیا اور طبیعت کے رجحانات پلٹ دئے گئے اب وہ کھویا گیا اور عمر بھر کے لئے کھویا گیا۔

اس سے بڑھ کر ظلم لڑکیوں پر یہ ہو رہا ہے کہ ان کو فیشن کا اس قدر عادی اور شوقین بنا دیا جاتا ہے اور بچپن میں اسقدر وسیع اخراجات کر دئے جاتے ہیں کہ بعد میں خاوند پر بار ہو جاتی ہیں خاوند کی ساری آمدنی فیشن کی نذر ہو جاتی ہے ناچار ناتفاقی اور بدمزگی پیدا ہو جاتی ہے اور زندگی وبال جان ہو جاتی ہے۔ مگر بیوی اپنے اخراجات کی اس قدر عادی ہو جاتی ہے کہ بسا اوقات اس کی خاطر حسن فروشی سے کام لیتی ہے۔ اور یہ بات تو عام طور پر پائی جاتی ہے کہ اس فیشن کی خاطر مذہبی جذبات، مذہبی رجحانات، مذہبی خیالات، مذہبی اخلاقی علمی باتوں سے لگاؤ کے بجائے سارا وقت بناؤ سنگار اور آرائش و زیبائش میں گذر جاتا ہے کبھی اس کی فرصت نہیں ہوتی کہ بے فکری اور اطمینان خاطر کے ساتھ تلاوت قرآن ذکر الٰہی اور درود و استغفار یا مذہبی تعلیم میں مشغول ہوں۔

(باقی آئندہ)

نقطہ نظر

خواجہ محمد رفیق مرحوم
صدر صوبائی عوامی لیگ

اسلامی سوشلزم - اصل تقاضا

تا نباشد در جہاں محتاج کس

لاہور کے ہر دل عزیز، غریب دوست اور مخلص سیاسی رہنما خواجہ محمد رفیق مرحوم چند سال قبل اسمبلی ہال کے پڑوس میں کسی ظالم کی گولی کا نشانہ بن گئے — چونکہ وہ جاگیردار نہ تھے اس لئے آج تک ان کا خون قوم کی گردن پر ہے — مرحوم کا ایک مضمون تذکرہ ستمبر ۶۸ء میں چھپا — "نقطہ نظر" کے طور پر اس کی اشاعت بار دگر ہو رہی ہے، امید کہ اہل قلم اور ارباب علم اس پر غور فرمائیں گے اور ملک کی معاشی پالیسی کے معاملہ میں سنجیدگی سے غور کریں گے — (ادارہ)

پاکستان میں کافی عرصہ سے "اسلام اور سوشلزم" کے زیر عنوان بحث ہو رہی ہے - اس بحث کا بغور جائزہ لینے کے بعد میں یہ بات عرض کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ عنوان سے پورا انصاف نہیں کیا گیا - بعض اہل قلم کی نگارشات پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے نہ تو انہیں اسلام کے نظام حیات سے پوری واقفیت ہے اور نہ وہ سوشلزم کے متعین مفہوم سے آگاہ ہیں - ان کے منتشر خیالات میں سے میں نے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ قریب قریب یہ مفہوم لئے ہوئے ہیں کہ اسلام میں وہ سب کچھ ہے جو سوشلزم میں ڈھونڈا جا رہا ہے اور اسلام میں مساوات ہے مگر ذاتی ملکیت کی بھی نفی نہیں ہے - یعنی دولت جمع بھی کی جا سکتی ہے اس طرح اسلام کا اور سوشلزم کا موازنہ بھی ہو گیا اور اسلام کی خوبیاں سوشلزم کی نسبت کہیں زیادہ ثابت ہو گئیں ان خدا کے بندوں سے کوئی پوچھے کہ اگر اسلام میں ذاتی ملکیت کا تصوّر بھی موجود ہے تو پھر اسلامی مساوات کا نقشہ کیونکر پیدا ہوگا - کیا سرمایہ داری

> اگر اسلام میں ذاتی ملکیت کا تصوّر بھی موجود ہے تو پھر اسلامی مساوات کا نقشہ کیونکر پیدا ہوگا — ؟
>
> کیا سرمایہ داری اور مساوات ساتھ ساتھ قدم ملا کر چلیں گے ؟

اور مساوات ساتھ ساتھ قدم ملا کر چلیں گی؟ اس تضاد کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ اصحاب کھلے بندوں تو سرمایہ داری کی حمایت آج کل کے دور میں نہیں کر سکتے - اس لئے "اسلام" کی نقاب پہن کر یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں سرمایہ داری بھی نہیں ہے - اور وہ سوشلزم کا بھی متحمل نہیں ہوسکتا - وہ تو درمیانی راستہ ہے جس میں ان دونوں یعنی سرمایہ داری اور سوشلزم کے نقائص دُور ہو جاتے ہیں - لیکن اس کے بعد جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ سب سرمایہ داری کے حق میں جاتے ہیں میرے خیال میں ایسے ہی لوگ اسلام اور معاشرہ دونوں کو نقصان پہنچانے کے ذمہ دار ہیں - ان دنوں اسلامی سوشلزم کا جو نعرہ بلند ہو رہا ہے، دراصل اس آواز نے انہیں بوکھلا دیا ہے حالانکہ یہ نعرہ نیا نہیں ہے سب سے اول پاکستان کے بانی قائد اعظم نے ڈھاکہ کی تقریر میں "اسلامک سوشلزم" کی اصطلاح استعمال کی تھی - اس وقت ملک کے کسی کونے سے کوئی مخالفت کی آواز سننے میں نہ آئی ؟

سوشلزم اور اسلامی سوشلزم

اسلامک سوشلزم سے سیدھا سادا

مفہوم یہ ہے کہ خدا، وحی اور رسالت پر ایمان کے ساتھ ساتھ معاشی مساوات ہمارا نصب العین ہے اگر ہم سوشلزم کہتے ہیں تو ہمارا دھیان فوراً کمیونسٹ ممالک کے نظام حیات کی طرف منتقل ہو جاتا ہے - جہاں خدا، وحی اور حیات آخرت سے نہ صرف انکار کیا جاتا ہے بلکہ خدا اور مذہب کا مذاق اڑایا جاتا ہے - لیکن ہم خدا، وحی، رسالت اور حیات بعد الممات کو اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں - اس لئے ہم صرف سوشلزم کو اپنا فلسفہ حیات نہیں مان سکتے اس کے ساتھ ہم اسلام کو دین فطرت خیال کرتے ہیں جس میں معاشی مساوات کے خدوخال سوشلزم کے معاشی خطوط سے ہم آہنگ ہیں - اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ذاتی جائداد نہ تھی اور نہ کبھی آپؐ نے مال جمع کیا - وفات کے وقت گھر میں چند دینار تھے انہیں بھی حضوؐر نے حاجتمندوں کے لئے بیت المال میں جمع کرا دیا تھا - آپؐ نے ترکہ میں نہ دولت چھوڑی نہ جائیداد - یہی وہ اسوہ حسنہ ہے جو ہمارے لئے قابلِ تقلید ہے - اس کے بعد صحابہ کرامؓ کا دور آتا ہے تو اس کی مثالیں بھی احادیث میں ملتی ہیں - مثلاً —

• حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بعض لوگوں کے پاس ضرورت سے زیادہ اراضیات تھیں نبی کریمؐ نے حکم فرمایا کہ یہ لوگ خود کاشت کریں یا دوسرے مسلمان بھائیوں کو دیں لیکن کسی حال میں پٹے پر نہ دیں -

• حضرت رافعؓ کی روایت ہے کہ ہم دوسرے مزارعین کو زمین پٹے پر دیا کرتے تھے ہمارے قریبوں میں سے ایک نے آکر اطلاع دی کہ سرور کائناتؐ نے زمین ٹھیکے پر دینا یا کوئی مزارعہ رکھنا منع کر دیا ہے - اگرچہ یہ منفعت بخش کاروبار تھا مگر ہم نے اس کو ترک کر دیا تھا کیونکہ خدا کے فرستادہ کا حکم ماننا زیادہ فائدہ بخش تھا -

> قرآنِ حکیم کی رُو سے سرمایہ کا معاوضہ حرام ہے معاوضہ صرف محنت کا ہوگا۔
>
> جب سرمایہ پر معاوضہ نہیں ہوگا تو "فاضل دولت" کی کوئی قیمت نہیں رہے گی - یہی فاضل دولت نظام سرمایہ داری کی بنیاد ہے -

• سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے عہد میں صحابہ کی جائدادوں کا جائزہ لیا اور جن کے پاس ان کی ضروریات سے زیادہ اراضیات تھیں - ان کو ضبط کر لیا یہاں تک کہ حضرت بلالؓ بھی نہ بچے - (حوالہ کنز العمال ص ۱۹۱)

اب ہمارا مذہبی طبقہ ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ اسلام سے بڑھ کر بہتر نقشہ اور کوئی نظام حیات پیش نہیں کر سکتا لیکن جب اسلام کا یہ مفہوم پیش کیا جاتا ہے کہ اس میں ذاتی ملکیت کی اجازت ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ سوشلزم کا مقابلہ اسلام کا یہ نظریہ کس طرح کرے گا؟ سوشلزم اس وقت جن ملکوں میں عملاً نافذ ہے وہاں تمام ضروریات زندگی سے ہر فرد کو بہرہ ور کرنے کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے - اس کے برعکس ہمارے معاشرہ میں کچھ لوگ تو عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور کروڑوں بہت زیادہ محرومی کی - حتیٰ کہ کپڑے کی سینکڑوں ملوں کے باوجود کئی لوگ تار تار کو ترس رہے ہیں یہ اونچ نیچ اسلام کا نصب العین کس طرح ہو سکتا ہے؟ قرآن حکیم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ "سطح ارض پر کوئی ذی حیات ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری خدا پر نہ ہو" مگر موجودہ نظامِ معیشت کے باعث کتنے ایسے لوگ ہیں جو فاقوں کے ہاتھوں مر جاتے ہیں اور کتنے ایسے لوگ ہیں جو مفلسی اور ناداری کے باعث جی نہیں رہے بلکہ تڑپ رہے ہیں - پھر قرآنِ حکیم میں ہے — "ہم تمہارے رزق کے بھی ذمہ دار ہیں اور تمہاری اولاد کے بھی" - اور یہ ساری ذمہ داری خدا نے معاشرہ کے سپرد کر رکھی ہے - کوئی معاشرہ اس وقت تک اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک رزق کے سرچشموں کو انفرادی ملکیت سے نکال کر قومی تحویل میں نہ لایا جائے - اسی لئے نبی اکرمؐ نے فرمایا "زمین اللہ کی

ہے اور بندے بھی اللہ کے اس لئے اللہ کی زمین اللہ کے بندوں کے لئے رہنی چاہیئے" اور یہیں سے زمینداری کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور اتنی زمین کاشتکار کے پاس رہتی ہے جتنی وہ خود کاشت کرے۔ اس کے بعد جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں عراق کی وسیع زمینیں مسلمانوں کے قبضے میں آئیں تو اُن کی تقسیم پر بالآخر فیصلہ ہوا کہ انہیں افراد میں تقسیم نہ کیا جائے زمین کی پیداوار مملکت کے قبضے میں ہوگی۔ اس طرح اس کی مساوی تقسیم کا بندوبست بخوبی ہو سکے گا۔

دوسرے ذرائع پیداوار

زمین کے علاوہ آج کل کے دور میں حصولِ دولت کے کئی اور ذرائع ہیں۔ یعنی معاوضہ محنت کا ہونا چاہیئے یا سرمایہ کا۔ قرآن کریم کی رو سے سرمایہ کا معاوضہ حرام ہے معاوضہ صرف محنت کا ہوگا خواہ اس کی کوئی شکل ہو۔ جب سرمایہ پر معاوضہ کوئی ہوگا تو ظاہر ہے" فاضل دولت" کی کوئی قیمت ہی نہیں رہے گی۔ یہی وہ" فاضلہ دولت" ہے جو نظام سرمایہ داری کی بنیاد اور جڑ ہے۔ قرآن میں یہ واضح حکم موجود ہے "تم سے پوچھتے ہیں کہ ہم کس قدر دوسروں کے لئے کھلا رکھیں۔ ان سے کہہ دو کہ جس قدر تمہاری ضروریات سے زیادہ ہے۔ سب کا سب۔ (۲:۲۱۹)

اسی آیت کریمہ کے بعد بتایئے ذاتی ملکیت کا کوئی جواز باقی رہ جاتا ہے؟

اس کے مطابق تو اصول زندگی یہی ہے کہ اپنی کم از کم ضرورتوں پر صرف کرکے باقی سب کچھ اپنی مرضی اور خوشی سے مملکت کے حوالہ کر دینا چاہیئے تاکہ مملکت ایسا معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے جہاں نہ کوئی شخص بھوک کی وجہ سے پریشان ہو اور نہ وہ لباس اور مکان سے محروم رہے۔ اس طرح قرآنی احکام کو عملاً نافذ کیا جا سکتا ہے اور خدا کی کہی ہوئی بات پوری ہو

> سرمایہ داری اور انفرادی ملکیت کا دور ختم ہو رہا ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ صرف دو طبقے مدِ مقابل ہوں گے۔ ایک بہرہ مندوں کا دوسرا محروموں کا۔!
> اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو!
> کاخِ اُمراء کے در و دیوار ہلا دو

جاتی ہے جس کی بنا پر ہر ذی حیات کو رزق مل جاتا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا جیسا کہ موجودہ صورت میں ہے کہ ہر شخص کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ جس قدر جی چاہے دولت سمیٹ رہا ہے تو پھر کچھ مزے اڑائیں گے اور کروڑوں نان شبینہ کو ترستے رہیں گے تو پھر آپ ہی بتایئے خداوند تعالیٰ کی رزق کے بارے میں کہی ہوئی بات کیسے درست ہوگی؟ خداوند کریم یہی چاہتا ہے کہ معاشرے کے ذریعے اس قسم کا انتظام کیا جائے کہ رزق کے سرچشموں اور پیداوار کے وسائل معاشرہ کی تحویل میں دے کر خلق خدا کی تمام ضروریات پوری کرے اور اس کے بارے میں خدا کا ارشاد پورا ہو جائے۔

سرمایہ داری اور انفرادی ملکیت کا دور اب ختم ہو رہا ہے اس کی حمایت کرنے والوں کو اب زمانے کے تقاضوں کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ کھلم کھلا سرمایہ داری کی حمایت نہیں کر سکتے۔ اب دنیا میں وہ وقت قریب آ رہا ہے کہ صرف دو طبقے ہی مدِ مقابل ہوں گے۔ ایک بہرہ مندوں کا اور دوسرا محروموں کا۔ یعنی ایک...... دولت مند طبقہ اور دوسرا...... دولت کی ساری مساوی تقسیم کا مطالبہ کرنے والا۔ اس زمانے میں اب جاگیرداری سرمایہ داری کی حمایت کرنا ایسا ہی ہے جیسا پتھر دھات کے زمانہ کی بود و باش اختیار کرنے کی دعوت دینا۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہم اپنے پاس تیرہ سو سال سے معاشی مساوات یا سوشلزم کا دستور العمل رکھتے ہیں مگر ہم اسے عملی جامہ آج تک نہ پہنا سکے اگر کوئی غیر مسلم ہم سے یہ کہے کہ آپ اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں معاشی مساوات کا دستور ہے تو اس کا کوئی عملی نمونہ دکھایئے تو ہم صرف بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔ پھر ہماری ساری وکالت بیکار ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہم کس منہ سے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اسلام سے بڑھ کر کوئی نظام نہیں۔ ہم نے بیشمار جانی و مالی قربانیاں دے کر یہ ملک حاصل کیا تھا تاکہ ہم یہاں ایک مثالی معاشرہ بنا کر دنیا کو دکھا سکیں کہ اسلام ہی دکھی دنیا کی آخری پناہ گاہ ہے۔ مگر یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ اب تک لوٹ کھسوٹ، چور بازاری، فریب، ملاوٹ اور بے گناہ انسانوں کے قتل کا بازار گرم ہے۔ کیا ہم نے علیحدہ ملک کا اس لئے مطالبہ کیا تھا؟

اسلامی سوشلزم کا لائحہ عمل

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامک سوشلزم کو عملاً نافذ کرنے کا لائحہ عمل کیا ہوگا؟ یوں تو کئی حلقے اس کے حامی ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ مگر جب اس اعلان کے ساتھ ان لوگوں کی طرف دیکھا جاتا ہے جن کی طرف سے اسلامی سوشلزم کا دعویٰ کیا جاتا ہے تو قول اور فعل میں تضاد کا یہ حال دیکھ کر افسوس ہوتا ہے جن حضرات کا ماضی اور حال سرمایہ داری کے ماحول میں بسر ہو رہا ہو جن کی زندگی کے شب و روز سرمایہ کی چمک دمک، آسودہ زندگی بلکہ عیش و عشرت کے ماحول میں گذرتے ہوں وہ غریبوں اور مفلسوں کے جذبات کا کیا اندازہ کر سکتے ہیں؟ جن لوگوں نے عملی طور پر مصائب و آلام کا ایک دن بھی نہیں دیکھا۔ وہ کیا محسوس کر سکتے ہیں کہ غریب پر اس وقت کیا گذرتی ہے جب وہ اپنے اہل وعیال کی ضروریات زندگی پورا کرنے کے لئے اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے۔

اسلامی سوشلزم کو عملاً نافذ کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے مطلق العنانیت کی بجائے جمہوریت کا نظام قائم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ آمرانہ نظام میں تو سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں پر بھی قدغن ہوتی ہے۔ آمرانہ نظام میں صرف کمیونسٹوں کا سوشلزم ہی چل سکتا ہے۔ اس کے لئے ایسے سوشل ورکروں کی ضرورت ہے جو نچلے طبقوں کی صحیح میں نمائندگی کرتے ہوں وہ میدان عمل میں آئیں اور موجودہ لیڈر شپ کا بہتر متبادل ثابت ہوں ان کارکنوں کے دل میں غریبوں کی حمایت کا جذبہ موجیں مار رہا ہو۔ وہ راہنما جو محلات میں بیٹھ کر انواع واقسام کے کھانے کھا کر زرق برق لباس پہن کر اسلامی سوشلزم کی باتیں صرف منہ سے کرتے ہیں وہ محض فیشن کے طور پر یہ نعرے لگا رہے ہیں وہ اس مقصد عظیم کے بارے میں قطعاً مخلص نہیں ہیں جب تک مزدور، کسان اور کاریگر آپس میں متحد ہو کر ان راہنماؤں کی بلکہ خود لیڈر شپ کی عنان اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے۔ اسلامی سوشلزم کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔

(بشکریہ ماہنامہ تذکرہ لاہور)

بقیہ : احادیث الرسولؐ

ہیں، کہ اس موقعہ پر تو بہت سے لوگ جھوٹے وقار کی خاطر متقی بن بیٹھتے ہیں، بلکہ خلوت میں بھی، جب اسے اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا ——— ہاں بشری تقاضے انسان کے ساتھ ہیں، غایت درجہ احتیاط کے باوصف غلطی ہو جائے تو معاً بعد نیکی کے کام کا اہتمام ہو جو اس برائی کی ظلمت کو زائل کر دے۔ قرآن عزیز نے بھی سورۂ ہود میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ یا جیسے حدیث میں ہے کہ انسان مثلاً وضو کرتا ہے تو جو عضو دھوتا ہے اس کی برکت سے اس کے گناہ دھلتے جاتے ہیں اور نماز پڑھتا ہے تو پہلی نماز سے اس تک ہونے والے گناہ اس کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔

تیسری بات اور نصیحت جو آقائے انسانیت، امام الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم نے فرمائی وہ ہے، اللہ تعالےٰ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ اخلاق ——— حسن اخلاق کا مظہر اتم خود آپ کی ذات مبارکہ تھی اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ——— (القلم) اور خود فرماتے ہیں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل میرے فرائض بعثت میں شامل ہے ——— نبی ایسا ہے تو امتیوں کا فرض ہے کہ وہ اس کے اسوۂ حسنہ سے اکتساب نور کریں۔ جو دشمنِ جان ہو اور برائی پر آمادہ ہو، اسے دعاؤں سے نوازو، برائی کا بدلہ بھلائی سے اور شر کا بدلہ خیر سے دیا جائے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اگلا شرمندہ احسان ہوکر تمہارا جگری دوست بن جائے گا۔ یہ بات قرآن عزیز نے سورۃ السجدہ میں بھی فرمائی۔

کفر کو ذلیل شکست دینے اور نفاذ اسلام میں کامرانی حاصل کرنے کے لئے جرأت صدّیقی کی ضرورت ہے

صدر مملکت اور مرکزی و صوبائی اراکین شوریٰ کے نام

کھُلا خط

مخدوم گرامی قاضی صاحب کا یہ خط لائق توجہ ہے — اے کاش کسی کی سماعت قلب اس سے متاثر ہو اور اس پر غور کر سکے ۔ (ادارہ)

بانی: مولانا قاضی عبد الکریم صاحب فاضل دیوبند مہتمم و صدر مدرس مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی و خطیب جامع مسجد کلاں و مرکزی عیدگاہ شہر ہذا

گرامی قدر صدر مملکت بالقابہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ آنجناب نے ملک کا اقتدار سنبھالتے ہی نفاذ اسلام کے سلسلہ میں جن نیک عزائم کا اظہار اور اعلان فرمایا وہ ملک و ملت کی خواہشات اور تمناؤں کے عین مطابق تھا لیکن اسے عملی جامہ پہنانے میں چھ سال کا طویل عرصہ گذر جانے کے باعث بہت سے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے وہ زبان پر آئے تو تخریب کاروں کی بن آئی اور وہ ہل من مزید کہنے کی دعائیں کرنے لگے محراب پڑھنے والا جتنی زیادہ غلطیاں کرتا جائے حاسد سامع اتنا ہی خوش ہونے لگتا ہے اسے نماز کے صحیح یا فاسد ہونے سے کوئی بحث نہیں وہ اپنے ہی حریف کو خفیف دیکھ کر خوش ہوتا رہتا ہے ۔

ملک ٹوٹے ملّت تباہ اس سے یار لوگوں کو کوئی دلچسپی نہیں وہ انقلاب سے خوش ہیں انقلاب الی الخیر ہو یا الی الشر وہ ان کی بلا سے جنہیں سیاست کی چاٹ لگ گئی ان کا مذہب ہی یہ ہے کہ

؎ ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

لیکن طویل تاخیر کوتاہی ہے غلطی ہے اور ایک امر واقعہ ہے اس کے نتائج کو روکنا کسی کے بس کی بات نہیں فوری علاج کا انتظام نہ ہو اس کا باعث تیمارداروں کی غفلت ہو یا ان کی مجبوری عالم اسباب میں مریض کی موت یقینی ہے ۔ اسلام کے سلسلہ میں آپ کے اعلانات مغالطہ انگیز اور پُرفریب ہیں جیسا کہ اولاً و بالذات تخریب کاروں کا خیال ہے اور ثانیاً و بالتبع ان کے ہمنواؤں کا یا مومنانہ اور مخلصانہ ہیں اور یہ طویل آپ کی بے بسی ہے جیسا کہ آپ کے ساتھیوں کا خیال ہے یہ تو خدا ہی جانتا ہے جو کہ علیم بذات الصدور اور دلوں کا بھید جاننے والا ہے تفصیلات میں جانا میرا موضوع نہیں مگر اعلانات اور بالخصوص اقدامات کے دونوں پہلوؤں پر غور کیا جائے ۔ اور آپ کے بیانات اور بعض اقدامات کو تولا جائے تو حساب جوں کا توں رہتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح کہ ایک بادشاہ نے وزیر صاحب سے کہہ دیا تھا کہ بکری کا یہ بچہ لے لو تول لو چھ ماہ کے بعد میں اسے

واپس لوں گا تو لوں گا اور موجودہ مقدار سے ذرہ بھر زیادہ معلوم ہُوا تو اور کم ہوا تو تیری خیر نہیں گردن اڑا دوں گا ۔ وزیر صاحب پہلے تو سٹ پٹائے کہ اسے پلایا کھلایا نہ جائے تو کمزور کیا مر جائے گا اور کھلاؤں پلاؤں تو موٹا ہوگا دونوں صورتیں میرے لئے باعث تباہی ہیں آخر سوچا اور بیچ کی راہ نکالی ۔ چھ ماہ کے بعد لایا تو بچہ جوں کا توں رہا نہ گھٹا نہ بڑھا بادشاہ کو تعجب ہُوا کہ تو نے کمال کر دیا بہت بڑی آزمائش سے اپنے آپ کو بچا لیا بتلاؤ تو سہی اس اجتماع نقیضین میں تم کیسے کامیاب رہے وزیر صاحب نے بتلایا کہ جناب والا تمام دن بچے کو خوب کھلاتا پلاتا رہتا شام کو اس کو ذرا سی دیر کے لئے بھیڑیا دکھا دیا کرتا دن میں جتنا گوشت اس نے لیا ہوتا بھیڑیا کے دیکھنے سے سب جھڑ جاتا نتیجہ یہ جو آپ کے سامنے ہے نہ گھٹا نہ بڑھا ۔ یہی حال اسلام غریب کا ہے چھ سال کے بعد تک بھی نمایاں طور پر بالکل نہیں بڑھا شکر ہے کہ خدا دشمن لوگوں کے ہاتھوں مرا بھی نہیں ۔

احقر کا اندازہ یہ ہے کہ جناب کا اعلان مخلصانہ ہونا چاہئیے اور کفر کے مقابلہ اور اسلام کے نفاذ میں آپ کی نیت پر حملہ کرنا کسی طرح بھی ضروری نہیں لیکن نفاذ اسلام کے لئے صدیقی جرأت کا مظاہرہ افسوس کہ آپ سے نہیں ہوسکا اور اسی نے ملک و ملّت کو یہ روز بد دکھایا جسے آج اندر اور باہر آنکھوں سے دیکھا جا رہا ہے روسی درندے سرحدوں پر حملہ آور ہیں مہاجرین کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ روز افزوں ہے اور قادیانی بھوت ہر جگہ مورچے جما کر پورے ملک سے کھیل رہے ہیں — خدا کا غضب ہے کہ قریشی اغوا کیس پورے سال سے ایک معمہ بنا ہوا ہے کیا دشمن کو ایسی کمزوریوں سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ملک اندر سے کھوکھلا ہوتا جا رہا ہے جس پر دشمن لاکھوں کی تعداد میں اسلحہ فراہم کرنے سے بھی زیادہ خوش ہو سکتا ہے ۔ خدا انہیں غارت کرے اور کبھی بھی خوشی کا موقعہ نہ دے ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے یہی دو مشکلات پیش آئیں مانعین زکوٰۃ کا فتنہ اور منکرین ختم نبوت کی شیطنت آپ جانتے ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں فتنوں کو پرکاہ کے برابر نہ سمجھا اپنی شوریٰ کے اہم ترین ممبروں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل بہادروں کی رائے سے بھی اختلاف کیا مانعین زکوٰۃ کے سامنے نہیں جھکے ان کے خلاف کھلے لفظوں میں قتال کا اعلان کر دیا اور اسی سے وہ فتنہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو گیا ۔ آپ کے سامنے یہی فتنہ کھڑا کیا گیا لیکن آپ سے کہ جرأت کا مظاہرہ نہ ہو سکا آج ہزاروں سے بڑھ کر دنیا پرست اور دولت کے پجاری مذہب کو چھوڑ کر فارم بھر رہے ہیں کہ ہم سُنّی نہیں ہیں اور خود آپ جس عقیدہ کو حق سمجھ رہے ہیں اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کی تعداد بڑھا رہے ہیں سوچیے کہ جمہوریت پرستی کے اس دَور میں آپ ملک کا عنان کن کو تھما رہے ہیں کیا دشمنان صدیق رض اور فاروق رض کے ہاتھوں میں نہیں دے رہے ۔

مشکلات ہیں ظاہر ہیں اور یقینی ہیں اس سے انکار کوئی ذی ہوش نہیں کر سکتا لیکن مشکلات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے بخدا اس سے ہزار گنا زیادہ تھیں ۔ مشکلات کو دُور کرنے کا علاج اگر ان کے سامنے جھکنا ہوتا تو صدیق اکبر رض بھی جھک جاتے اور جب ہمارا ایمان ہے اور میں سمجھتا ہُوں کہ جناب کا بھی یہی عقیدہ اور ایمان ہوگا جو کہ سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زبانی نقل فرمایا ہے کہ لن یصلح آخر ہٰذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولہا کہ ہم خلفاء و راشدین رضی اللہ عنہم کے راستہ سے اگر ہٹے تو ہماری خیر نہیں شر ہی شر بڑھتا جائے گا ۔ تو ہمیں مشکلات کے سامنے اتباعاً للصدیق جھکنا نہیں مشکلات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں نیست و نابود کرنا ہے اور بس ؎

زہر مرض کہ بنالد کسے شراب دھید
دوا یکے است بدار الشفا میکدہا

آپ نے مانعین زکوٰۃ کے سامنے کمزوری ظاہر کی تو ہر طرف دشمن کیڑے

مکوڑوں کی طرح بلوں سے نکل آئے۔ خدا کے لئے اس مذہب توڑ تحریک سے امت کو بچائیے اس لئے بھی کہ ملک میں سب سے بڑا اختیار آپ نے ہی سنبھالا ہوا ہے اور اس لئے بھی کہ یہ فتنہ آپ ہی کے اسی کمزور اقدام سے ابھرا۔

ع جس نے ان کو رلایا ہے وہی ان کو ہنسائے گا

اب اگر زکوٰۃ ان سے وصول نہیں کی جا سکتی تو ان سے جزیہ لیں ٹیکس لیں جیسے عشر کی جگہ مابعد کاشنا جا رہا ہے ـــــ اس میں ایک ضمنی بات کا ذکر کرنا بھی نہایت ضروری ہو گیا ہے کہ عشر و زکوٰۃ کے متعلق اب تملیک للفقراء والمساکین کی شرط جو بالکل صحیح طور پر تسلیم کی جا چکی تھی علماء کنونشن کے بعد افواہ اڑائی جا رہی ہے کہ اب اسے رفاہ عام پر صرف کرنے کی کچھ تجویزیں آ رہی ہیں۔ مودودی صاحب نے اس سلسلہ میں ایک نیا شوشہ کھڑا کیا تھا آپ کو معلوم ہے کہ علماء امت نے بالاتفاق اسے کیسے دھر لیا تھا ایسی ہی باتوں سے وہ اپنے دفاتر کے باہر عوام میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا تھا یہ تو سیاست کو دعائیں ملنی چاہئیں کہ اس کی پارٹی پھر بولنے کے قابل ہوئی ـــــ بہرحال زکوٰۃ و عشر کے بارہ میں تملیک کے طے شدہ اصول کو پھر چھیڑنا اور نئے نئے راستے نکالنا حکومت کو مہنگا پڑے گا اور خود آپ کے لوگ بھی آپ کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کے ملک میں مودودیوں کے فتوے نہیں چلتے اس لئے اس کے سہارے نہ رہیں۔

بہرحال مانعین زکوٰۃ سے زکوٰۃ نہ سہی ٹیکس وغیرہ لیں تاکہ تبدیلی مذہب کی یہ وبا رک جائے۔ اور تملیک للفقراء والمساکین کی قید میں ذرا بھی لچک نہ آنے دیں تاکہ زکوٰۃ ضائع نہ ہو۔

۲ـــ دوسرا سنگین فتنہ مرزائیت کا ہے۔ آپ خود جانتے ہیں کہ ختم نبوت کے سلسلے میں مسلمانوں کے جذبات نہایت ہی نازک ہیں قادیانی سازشوں کو دیکھ کر ہر مسلمان پریشان ہے ان کے روز افزوں مظالم اور اشتعال انگیز بیانات اور اقدامات سے ملک کا بچہ بچہ انتہائی طور پر متاثر ہے قریشی اغوا کیس نے جلتی آگ پر تیل کا کام دیا ہے تخریب کاروں کے وارے نیارے ہو گئے اور غلامان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چکی کے دو پاٹوں میں پسنے لگے۔

ے مراد ردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

جب آپ انہیں کفار سے بھی زیادہ بدتر سمجھتے ہیں تو یقیناً آپ کو اس کا بھی یقین ہوگا کہ یہ خدا کے مغضوب اور مقہور ہیں یہ رب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملعون ہیں ان کے جھوٹے اور دجال مدعی نبوت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص سیدنا حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا الکونین محبوب رب العالمین تشفیع المذنبین سیدنا قائم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی جو توہین کی ہے ـــــ اور جن کے بڑے نے پوری امت "خیرالامم" کو جو بے نقط سنائی ہیں، کنجریوں کی اولاد اور کتیا کہا ہے جس میں ہم اور آپ سب شامل ہیں۔ وہ راز نہیں بارہا ان کا ثبوت بہم پہنچایا جا چکا ہے اس لئے ان کے خلاف بھی اسی جرأت صدیقی کو کام میں لائیں خدا کے لئے ایک غلطی کے بعد دوسری غلطی نہ کریں۔ ختم نبوت کے سلسلہ میں تھوڑی سی نرمی بھی قہر خداوندی نازل ہونے کے لئے کافی ہے۔ ہمیں صرف آپ کا نہیں اپنا اپنے دین وایمان کا اور پورے ملک وملت کا غم ہے کہ تاج وتخت ختم نبوت سے غداری کرنے والوں سے ذرا بھی نرمی برتی گئی تو غضب خداوندی حرکت میں آئے گا اور رہا سہا سب کچھ خس وخاشاک میں مل جائے گا دشمن خوش ہوگا اور روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانپ اٹھے گی۔ لاقدرہا اللہ

ے روس سے ڈر تو نہ ایراں کے کج کلاہ سے ڈر
نبی کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈر

میرا ایمان کی طرح یہ پختہ یقین ہے کہ اگر آپ مانعین زکوٰۃ منکرین وغداران ختم نبوت اور مخالفین اسلام کے سلسلہ میں جرأت صدیقی کو کام میں لائیں تو سرحدوں کی حفاظت خدا کا ذمہ ـــــ روسی درندے بھیڑوں کی طرح بھاگیں گے جن کا خدا نہیں ان کی کیا جرأت اور کیا غیرت۔ ضعف الطالب والمطلوب۔

ے غرور انہیں ہے تو ہے ناز مجھ کو بھی اکبر
سوا خدا کے سب ان کا ہے اور خدا میرا

ذالك بان اللہ مولی الذین
امنوا وان الکافرین لامولی لھم۔

میری یہ نحیف آواز ہو سکتا ہے آپ تک نہ پہنچ سکے اور پہنچ جائے تو بہت ممکن ہے کانوں سے ٹکرا کر ہی رہ جائے دل کے پردوں کو نہ چیر سکے لیکن عارف شیراز ہمیں بتلا گئے ہیں کہ

ے حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است وبس
دربند آں مباش کہ نشنید یا شنید

اراکین شوریٰ کا فریضہ

کاش جن کی آپ سنتے ہیں اراکین شوریٰ بالخصوص علماء اراکین وہ آپ کے کان کھولتے اور اپنا دل چیر کر آپ کو دکھلاتے کہ یہ نرمیاں اور حکومت کی یہ دینی مداہنت اہل ایمان کے دلوں کو کس طرح زخمی کر رہے ہیں اور خود ان کا دل ان لاپرواہیوں سے کتنا مجروح ہے شاید وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا فریضہ صرف ان ہی مسائل میں صحیح مشورہ دینا ہے جنہیں ان کے سامنے ڈالا جائے۔ ملک وملت کے دیگر مسائل ان کی ذمہ داری میں نہیں آتے ان میں کچھ اکابر بھی ہیں جنہیں کچھ کہنا حکمت بہ لقمان آموختن کے ماتحت آ سکتا ہے لیکن اسلام کی تاریخ یہ ہے کہ غلطی جس کی بھی ہو واضح کی جائے۔ لب ولہجہ کا فرق ضرور کہا گیا ہے لیکن کسی کو غلطی پر قائم رہنے دیا جائے اسلام نے اس کو خیانت سے تعبیر کیا ہے۔

انہی اکابرین اساتذہ دارالعلوم دیوبند اور مشائخ نقشبندیہ مجددیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ تو ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے "خدام الدین" لاہور کے گذشتہ شمارہ میں حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رح قاطع قادیانیت کے چند واقعات اسی سلسلہ کے پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا جن میں ایک یہ بھی ہے کہ:

حضرت ایک جنازہ پر تشریف لائے اور دیکھا گیا کہ آپ کی انگلیوں میں چاندی کی دو انگوٹھیاں ہیں اللہ کے ایک بندے علم کی لاج رکھنے والے ایک عالم دین نے فوراً دریافت کیا اپنا ہی آدمی تھا اور عقیدت مند بھی کہ حضرت کیا چاندی کی دو انگوٹھیاں پہننا مرد کے لئے جائز ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک تو میری اپنی تھی اور ایک حضرت صاحب سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے عطا فرمائی۔ عالم دین نے فرمایا کہ حضرت اب یہ مسئلہ دیکھنا ہوگا کہ اسلام میں یوں تو ایک انگوٹھی کی اجازت ہے لیکن اگر شیخ اور مرشد دوسری دے دے تو اس کی بھی اجازت ہے یا نہیں لکھا ہے کہ حضرت نے فوراً دوسری انگوٹھی کو نکال کر جیب میں ڈال لیا ـــــ گذارش ان بزرگوں سے بھی یہی ہے یعنی جن کی سنی جاتی ہے کہ:

ے تمہارے فرائض بہت اور بھی ہیں
سن اے سجدہ پر اکتفا کرنے والے

اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری آواز میں واقعتاً کوئی نہ کوئی وزن دیا ہے تو ختم نبوت کا دامن تار تار دیکھتے ہوئے بھی تم نے اس آواز کو آخر کس دن کے لئے محفوظ کر رکھا ہے کیا مولانا اسلم قریشی کا اغوا ایک افسانہ ہے اور کیا ربوہ کالج میں کسی پروفیسر کو ختم نبوت پر لیکچر نہ دینے کا مرزائی طلباء کا مطالبہ ایک جھوٹ ہے کیا ملک کی کلیدی اسامیوں پر قادیانیوں کی یلغار قصۂ پارینہ ہے کیا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر مذہب کا خانہ غیر ضروری ہے کیا مساجد اور امہات المومنین اور صحابہ کے پاکیزہ القاب کا استعمال کرنا اسلام مساجد امہات المومنین اور صحابہ کی توہین نہیں ہے۔

وامثال ذالك مما لاتعد ولاتحصی۔

کیا یہ فریضہ ختم نبوت کا ذاتی اور خانگی فریضہ ہے کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ اگر یہ مسائل بڑھتے رہے تو تخریب کار اور سیاست کے مہرے انہیں غلط طور پر استعمال کر کے ملک وملت کو ہی داؤ پر لگا دیں گے۔ پھر ایسے مسائل میں آپ کی خاموشی ـــــ صدر مملکت کی خیرخواہی ہے شوریٰ کی خیرخواہی ہے ملک کی ہمدردی ہے یا ملت کی کوئی

عظیم خدمت۔

اپنی حقیر اور ناچیز رائے یہ ہے کہ ان مسائل کی سب سے بڑی ذمہ داری آپ ہی پر عائد ہوتی ہے۔ قومی اسمبلی کے ممبروں نے آواز اٹھائی تو غارتگری کے بغیر اور ملک کو تباہی کے دہانے کھڑا کرنے کے بغیر ہی قادیانی کافر قرار پائے۔ آپ کو اگر قومی اسمبلی کا کردار ادا کرنا ہے کیونکہ وہی حقوق کہتے ہیں آپ کو دینے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے ـــــ تو ملک کو افراتفری سے بچائیے اجلاسوں کا کیا ایک لمحہ انتظار کئے بغیر جتنے بھی اراکین دینی درد رکھنے والے اکھٹے ہو سکیں اکٹھے ہوں اور صدر مملکت کے ایوان پر دستک دیں دھرنا مار کر بیٹھ جائیں۔ ان کے کان کھولیں اور جب تک مسئلہ حل نہ ہو جائے وہاں سے اُٹھنے کا نام نہ لیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کا نہ سُن لیں کسی چیز کا زبان پر رکھنا حرام ہے۔ آپ مسلمان ہیں، علماء ہیں، اہل اللہ ہیں ـــــ تلوار آپ کے پاس نہیں بندوق نہیں توپ و تفنگ نہیں ٹینک نہیں اپنا اثر و رسوخ ہے صدر کا اعتماد ہے خدارا اس سے کام اور اللہ کے دین کی خدمت کریں یہ موقعہ ہے اسے ہاتھ گنوانا نہ دین سے اور نہ ہی ملک و ملت سے ہمدردی کا کوئی ثبوت ہے۔

؎ تا نثار قدم یار گرامی نکنم
دولت جاں بچہ کار دگر م باز آید

بقیہ : مجلس ذکر

کہنا مان کر دارین کی سعادتیں حاصل کر لیں اور نامرادوں نے ضد و بغاوت کا شکار ہو کر ہمیشہ کی بربادی کو اپنا مقدر بنا لیا۔ جب سے اب تک یہی حال ہے بلکہ نسل انسانی کی اکثریت اسی قسم کی بے راہروی کا شکار ہے۔ اسی بات کو اللہ رب العزت نے فرمایا۔ ہاں کچھ سعادت مند ایسے بھی ہیں جو دھرتی پر رہ کر اور یہاں کے ماحول میں جی کر بھی خیر و فلاح اور بھلائی سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ اس سورۃ میں انہی سعادت مندوں کا ذکر ہے۔ الا الذین آمنوا، ان کی پہلی شناخت ایمان سے کرائی گئی ـــــ کہ خسارے اور نقصان سے بچنے والے وہ ہیں جو ایمان کی سعادت سے بہرہ ور ہوں۔ ایمان نام ہے ان تمام سچائیوں کو قلب و نظر کی گہرائیوں کے ساتھ ماننے کا، اللہ تعالےٰ ایک ہے، اپنی ذات میں، صفات میں، افعال میں وہ ایک ہے، جملہ انبیاء سچے ہیں اور حضور علیہ السلام خاتم النبیین ہیں۔ جملہ کتابیں ہدایت کا سرمایہ تھیں اور قرآن خاتم الکتب ہے۔ فرشتے، جنات، بعث بعد الموت، حشر و نشر اور جملہ حقائق کو ماننے کا نام ہے ـــــ اگلی بات عملوا الصالحات ہے کہ خیر و بھلائی کے کام کرنے کے وہ لوگ خوگر ہوتے ہیں۔ خیر و بھلائی اور حسنات میں ہر وہ چیز شامل ہے جو حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے ارشاد کے بقول قلب و نظر کے فرحت و انبساط کا باعث بنے ـــــ تیسری بات "وتواصوا بالحق" ہے یعنی جو سچائی اور سعادت اللہ تعالےٰ نے کسی انسان کو بخشی ہے اس کا مستقل مبلّغ و منّاد بن جائے اور اس سچائی کو پھیلائے کیونکہ ایک مسلمان کا کام ہی تبلیغ اور رشد و ہدایت ہے ـــــ اور چوتھی اور آخری بات "وتواصوا بالصبر" ہے کہ یہ راہ بہرحال کٹھن اور مشکل ہے یہاں تکالیف اور پریشانیاں ضرور آتی ہیں۔ انہیں کمال درجہ صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرنا بندہ مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیے۔

محترم حضرات! گویا ایمان، اعمال صالحہ، حق کی تبلیغ اور اس راہ میں آنے والی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے والے لوگ خسارے اور نامرادی کی زندگی سے بچ کر خیر و سعادت کی زندگی حاصل کر لیتے ہیں۔

رب العزت اس مجلس میں ہماری اس حاضری کو قبول و منظور فرمائے۔ اور ہمیں ناکامی سے بچا کر کامیابی کی زندگی سے ہمکنار کرے۔

"چراغِ احمد علیؒ، جلا اب"

۱۴۰۴ ھجری

صاحبزادہ محمد اجمل قادری کے فرزند ارجمند احمد علی انور طول عمرہٗ کی ولادتِ باسعادت کے موقع پر،

وہ میرے مرشد، وہ قطبِ عالم
وصال فرما گئے جہاں سے
جہاں ہے سب انبیاء کا مجمع
جہاں ہیں صدیقؓ بھی، عمرؓ بھی
جہاں علیؓ ہیں جہاں ہیں عثمانؓ
جہاں پہ مدنیؒ ہیں اور سندھیؒ
جہاں حبیبؒ و حمیدؒ بھی ہیں

وہ شیخِ احمد علی، معظّم
پہنچ چکے ہیں وہاں، جہاں سے
جہاں ہے سب اولیاء کا مجمع
ہے اہلِ دل کی جہاں نظر بھی
جہاں اکٹھے ہیں اہلِ ایماں
جہاں ہیں ہجویریؒ اور ہندیؒ
جہاں ہیں قاسمؒ، رشیدؒ بھی ہیں

وصالِ احمد علیؒ پہ ایسا
"چراغِ احمد علی بجھا اب"
کہ شخص جو چل دیا جہاں سے
تو اس کو معلوم ہی نہیں ہے
وہ اپنے اسلاف کا امیں ہے

تھا ایک شاعر نے شعر لکھا
تھا اس سے شاعر کا گر یہ مطلب
وہ لوٹ آئے گا اب کہاں سے؟
کہ شخص جو اُس کا جانشیں ہے
کہ اس کے سینے میں نورِ دیں ہے

عبید اللہ ہوئے خلیفہ — وہ عصرِ حاضر کے بوحنیفہ
چراغ احمد علیؒ ہوتے ہیں — ولی ہیں ابنِ ولی، ہوئے ہیں
اُنہی کا نورِ نظر ہے اجملؔ — اُنہی کا لختِ جگر ہے اجملؔ
مِلا ہے اجملؔ کو ایسا بیٹا — کہ جس سے روشن ہے خانوادہ
ہے نام احمد علی اسی کا — تھا جدِّ امجد ولیؔ اِسی کا

ولادت اس کی ہے خود شہادت — کہ ہو گی حاصل اِسے سعادت
ہے جس کا کام اور پیام روشن — کرے گا یہ اُس کا نام روشن
چراغ ہے اپنے خانداں کا — بنے گا سالار کارواں کا

ہَیں تاجدارِ سخن نہیں ہوں — ہَیں خواجہ حافظؔ کا خوشہ چیں ہوں
کھُلا ہر اِک مدّعا ہے مجھُ پر — یہ شعر نازل ہُوا ہے مجھُ پر

چراغِ احمد علیؒ بجھا کب ؟

"چراغِ احمد علیؒ جلا اب !"

۱۴۰۴ ہجری

۲۷ فروری ۱۹۸۴ء — قلم برداشتہ — حکیم آزاد شیرازی مدیر تذکرہ لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۲/۱۶۳۴۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۷ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.O.T-۲۲۷-۱-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء ۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۲۹/۹/۶۷-۲۷-D.O.D مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۷ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.۲۴/۲/۴-۱۰۰۳۱۵۳ پنجاب